سرگذشت

وزیرِ خانِ لنکران

ایران کا ایک مشہور ڈراما ۔ فارسی جدید کا ایک اعلیٰ نمونہ

مع

مقدمہ و ترجمۂ اردو و فرہنگِ محاورات و لغاتِ جدیدہ

از

مولانا محمد عبد القوی ۔ فانی ۔ ایم ۔ اے

خاکسار اپنی اس ناچیز کوشش کو مکرمی و محترمی جناب ڈاکٹر محمد ندیل الرحمٰن
صاحب ایم-اے-پی-ایچ-ڈی پروفیسر جامعۂ لکھنؤ کے نام نامی پہ معنون
کرتا ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے علوم مشرقیہ
مین جو شغف آپ کو ہے وہ فی زمانتا جدید تعلیم یافتہ طبقہ مین کم نظر آتا ہے۔

یہ جامعۂ لکھنؤ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ ایسے ادیب کامل اور فاضل اجل کی
خدمات سے بہرہ ور ہے۔ طلاب اور معلمین دونون مین آپ کو غیر معمولی ہر دلعزیزی
حاصل ہے اور آپ کے حسن اخلاق کا ہر شخص گرویدہ ہے۔

امید ہے کہ یہ کم مایہ ہدیہ شرف قبولیت حاصل کریگا۔

خاکسار محمد عبدالقوی۔ فانی

جامعۂ لکھنؤ
یکم فروری ۱۹۲۵ء

گذارش

ایران کی مروجہ زبان، فارسی کے درسیات متداولہ سے جنکا شمار اب قدیم فارسی یعنی کلاسکس (Classics) مین کیا جاتا ہے بہت مختلف ہے۔ اقوام عالم کے میل جول اور مغربی تمدن کے اثر سے گذشتہ دو صدیون مین ایران کی زبان مین بڑی تبدیلی ہو چکی ہے۔

علاوہ اختلاف تلفظ کے سیکڑون جدید لفظ اور محاورے جو جدید تمدن اور مغربی علوم و فنون کا فطری نتیجہ ہین مروّج ہو گئے ہین جنکا سمجھنا دشواری سے خالی نہین ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ قدیم فارسی کے ساتھ ہی ساتھ جدید فارسی کی تعلیم کے لئے بھی انتظام ہوتا اور وہ زبان جو روزمرّہ ایران مین بولی جاتی ہے اس سے بیگانگی باقی نہ رہتی کیونکہ فارسی اب بھی مشرق ادنیٰ اور وسط ایشیا کی عام مشترکہ زبان (لینگوا فرینکا) ہونے کا دعوٰی رکھتی ہے۔

چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ایرانی ڈرامون کا جو جدید سلسلہ شایع ہوا ہے اس مین سے سرگذشت وزیر خان لنکران کا انتخاب کیا گیا اور جامعہ (یونی ورسٹی) لکھنؤ نے اس کو اپنے جدید فارسی نصاب مین داخل کر لیا۔

اسکی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ روزمرّہ کی گفتگو مین جو فرق عموماً ایک پڑھے لکھے اور جاہل، شائستہ اور غیر شائستہ، ادنیٰ اور اعلیٰ، پیشہ ور اور غیر پیشہ ور مین

معاشرتی مراتب کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے وہ اسمین صاف نظر آتا ہے اور ایران کی ایک عام زندگی کی اجمالی صورت کا ایک خاکہ سا پیش نظر ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہندوستان مین جدید فارسی سے لوگ چندان آشنا نہین ہین لہذا طالب علمون اور جدید فارسی کے قدردانون کی مشکلات کا اندازہ کرتے ہوئے اصل فارسی کا بالمقابل سلیس اُردو مین ترجمہ کر دیا گیا ہے اور آخر مین جدید الفاظ و محاورات کی ایک فرہنگ بھی مع معانی کے لگا دیگئی ہے۔

علاوہ اس کے ایک مختصر دیباچہ ڈرامہ کے متعلق لکھدیا گیا ہے تاکہ اِس فن سے مغایرت نہ باقی رہے۔

امید کہ یہ کتاب جدید فارسی کے شائقین کے لیے بہت دلچسپ اور مفید ہوگی

محمد عبدالقوی فانی

ڈراما

ڈرامہ کے لغوی معنی "عمل" کے ہین۔ لفظ ڈرامہ یونانی زبان کے ایک ایسے لفظ سے مشتق ہے جسکے معنی "کرنا" ہین۔ اس لفظ کا اطلاق فن ادب کی ان تصانیف و تالیفات پر ہوتا ہے جنمین کوئی ایسا فسانہ یا واقعہ قلمبند کیا گیا ہو کہ اگر افراد فسانہ یا واقعہ کے بجائے اصلی اشخاص عملاً وہی کام کرکے دکھائین اور وہی نقل و حرکت لب و لہجہ اور لباس وغیرہ اختیار کرین جو افراد قصہ سے متعلق ہے تو فسانہ یا واقعہ کے جملہ مناظر ہو بہو آنکھون کے سامنے پھر جائین۔ ڈرامہ کی کئی قسمین ہین اور اُن قسمون مین بھی باہمی تفریق ہے۔ افراد مجلس کے جداگانہ ہونیکے علاوہ طرز ادا بھی مختلف ہوتا ہے۔ مگر ان سب مین وہ خصوصیات عمل و طریق موجود ہوتی ہین جو ڈرامہ کا طرۂ امتیاز ہین یعنی افعال اصلی کی ہو بہو نقل۔

بالفاظ دیگر مختصراً یون سمجھنا چاہیئے کہ بذریعہ تحریر یا تقریر معاشرت انسانی کی مختلف کیفیتین ایسے طرز ادا سے دکھانا جس سے واقعات کی تفصیل اور افراد قصہ کی پوری حالت کا نقشہ لوگون کے سامنے کھنچ جائے فن ڈرامہ کہلاتا ہے۔ اس فن کو عربی اور فارسی مین تمثیل، تقلید، یا فن تشبیہ اور سنسکرت مین ناٹک کہتے ہین۔

جو لوگ ڈراما دکھاتے ہین اُنکو انگریزی مین ایکٹر، عربی مین مُمثِّل، مُقلِّد، فارسی مین شبیہ یا تقلیدچی، اور سنسکرت مین نٹ، کہتے ہین۔

جس مقام پر ڈراما دکھایا جاتا ہے اُسکو انگریزی مین اسٹیج، عربی مین مَرسَح، مَصطَبَہ، فارسی مین مصطبۂ تمثیل، سکو (سکی) اور سنسکرت مین رنگ بھوم یا رنگ شالا کہتے ہین۔

ڈرامہ کا انتظام جس شخص کے سپرد ہوتا ہے وہ انگریزی مین اسٹیج منیجر یا ڈائرکٹر، عربی مین مُدیر المصطبہ فارسی مین اُستاد، اور سنسکرت مین سُوتر دھار کہلاتا ہے۔

ڈرامہ کے جس حصہ کو انگریزی مین ایکٹ کہتے ہین اُسکو عربی اور فارسی مین مجلس اور سنسکرت مین اَنک کہتے ہین۔

جو عمارت ڈرامہ کے لیے مخصوص ہوتی ہے اُسکو انگریزی مین تھیٹر عربی مین ملہٰی، تیاترو، فارسی مین تیاتر، تماشہ خانہ اور سنسکرت مین ناٹیہ بھون کہتے ہین۔

ڈراما کا مقصد ڈراما کو اسٹیج پر دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ تفریح اور ہنسی کھیل کے پردہ مین لوگون کو ہدایت و تبلیغ کیجائے اور جن جذبات کا اظہار مدنظر ہو اُنکو تماشائیون کے دل پر نقش کر دیا جائے۔ فارسی ڈراما نویسی کے باوا آدم قاپودان مرزا فتح علی اخوند زادہ ہین جسنے ترکی مین سب سے پہلے جدید طرز کے ڈرامے تصنیف کرکے کتابی صورت مین بنام تمثیلات قاپودان مرزا فتح علی اخوند زادہ

شائع کرے، اپنی تمہید مین ڈرامہ کے مقصد کو اس طرح بیان کیا ہی جسکا فارسی ترجمہ حسب ذیل ہی:—

در طبیعت انسان دو خاصیت عمدہ نہادہ شدہ، یکے غم و دیگرے فرح۔ گریہ علامت غم وخندہ نمونۂ فرح است۔ گاہی وقوع مصائب وصدور مفرحات، وگاہی تقریر وتحریر آنہا این دو حالت را در مزاج انسان ظاہر میکند۔ در صورت تقریر وتحریر عمدہ مؤثر برائے غم وفرح وگریہ وخندہ وضع حکایت است۔ اکثر اوقات از مصائبی کہ بوضع نامرغوب مذکور شدہ است آدم متاثر نمی شود۔ لیکن ہمان مصیبت را بوضع پسندیدہ علیحدہ کہ نقل نمایند کما ینبغی تاثیر می بخشد۔

فائدہ نقل مصیبت وبہجت بیان کردن اخلاق وخواص بنی نوع بشر است کہ مستمع بخوبیہائے آن خوشحال وعامل واز بدیہای آن متاذی وغافل گردد۔ وہم نفس امارہ از اشتغال این قسم حکایت متلذذ شدہ بجلب سرور معاصی ومناہی میل نکند"

ان تمثیلات کو مرزا جعفر قراجہ داغی نے سلیس فارسی روزمرہ مین ترجمہ کرکے شائع کیا۔ مترجم مذکور ڈرامہ کے فوائد کو حسب ذیل الفاظ مین بیان فرماتے ہین:—

"حکمائے عصر متفق ومعتقد شدہ اند براینکہ عیوب وقبائح را چنانکہ تمسخر از طبیعت انسان بیرون می برد ہیچ قسم نصیحت وپندے نمیتواند برد۔ وہمچنانکہ استہزاء ایشان را برآن میدارد کہ ترک اعمال قبیحہ نمایند، ہیچ گونہ موعظہ وپندی این طور مؤثر نمی افتد۔ بنابرآن اشتہار وانتشار علم تیاتر (تھیٹر) را کہ مستجمع افعال قبیحہ ومستحسنۂ بنی نوع انسان است لازم دانستہ امثال اتفاقیہ وحادثات واقعہ را کما ہی بے میل وغرض تالیف کردہ دقائق مطالب تہذیب اخلاق را خواہ بخواندن ونقل کردن وخواہ بدرس دادن وتشبیہ نمودن بمردم وا نمود میکنند تا بکردارہائے خوب راغب واز کارہائے زشت بپرہیزند"

ڈراما کی ابتدا مندرجۂ بالا اقتباسات سے معلوم ہوگیا کہ ڈرامہ کے مقاصد دو ہوتے ہین۔ اول تہذیب اخلاق جسکا تعلق مذہب سے ہی۔ دوم لہو ولعب جسکا تعلق تفنن طبع سے ہی۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہین ہی جو کوئی مذہب نہ رکھتی ہو یا جسکے کچھ نہ کچھ عقائد نہون اور شاذ ونادر ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جسکا میلان طبیعت قدرتاً لہو ولعب کی طرف نہو۔ اس خیال سے اگر دیکھا جائے تو دنیا کی قریب قریب ہر قوم مین ڈرامہ کا وجود نظر آئیگا۔ خواہ وہ بلحاظ ارتقائے تہذیب وتمدن ابتدائی حالت مین ہو یا ترقی کی صورت مین۔

ارسطو کا قول ہی کہ نقل وتقلید کا مادہ انسان مین فطرتاً ودیعت رکھا گیا ہی اور جسقدر تفریح عامۃ الناس کو

۴

نقل وتقلید سے حاصل ہوتی ہی اسقدر کسی اور فعل و عمل سے حاصل نہین ہوتی- ہر قسم کا لباس اور سامان آسایش و زیبائش نہایت سہولت سے ہر وقت میسر آسکتا ہی اور جب انسان کی طبیعت اُمنگ پر ہوتی ہی تو گانے سے گلا اور ناچنے سے پاؤن باز نہین رہتے- پھر اسکے ساتھ اگر حسب ضرورت ساز بھی ہو تو سونے پر سُہاگہ کا کام دیتا ہی اور خوشی کی تقاریب مین تو انسان خواہ متمدن ہو یا وحشی، باجہ یا ڈھول بجا کر ناچ کو دہی لیتا ہی-

مگر جسقدر عالمگیر اثر انسان پر مذہب کا ہوتا ہی اُسقدر اور کسی چیز کا نہین ہوتا-

مذہب کے پردہ مین صفحۂ دنیا پر بڑے بڑے سیاسی انقلابات رونما ہو چکے ہین اور ہوتے رہینگے- گوئی زمانا سیاسیات کی دبیز نقاب واقعات عالم کی پردہ پوش ہی اور مادیت کا بول بالا ہی ورنہ مشرق ہو یا مغرب ہر شخص کا اوڑھنا بچھونا مذہب ہی تھا- اور مشرق مین تو ابتک چلنے پھرنے، مرنے جینے، کھانے پینے، غرض ہر چیز پر مذہب کا اثر غالب ہی بلکہ مرنے کے بعد بھی سالہا سال تک مذہبی رسوم انسان کا پیچھا نہین چھوڑتے-

مغرب پر جہان فن ڈراما کو فنون لطیفہ مین اعلی جگہ دیگئی ہی اگر نظر ڈالی جائے تو وہان بھی ڈرامہ کی ابتدا مذہبی رنگ مین نظر آئے گی-

۳

یورپ مین یونانی ڈرامہ کو شرف اولیت حاصل ہی مگر وہ بھی مشرق کا رہین منت ہی اسلیے کہ جب اہل یونان وحشی حالت مین تھے انکی ہمسایہ فنیقی (Phenicians) قوم جو بحیرہ روم کے ایشیائی ساحل پر اناطولیہ کے جنوب مین آباد تھی اور جسکے تمدن و اقبال کے ترانے ملک شام کے بلاد صیدا Sidon و صور (Tyros) ابتک گا رہے ہین ۱۶۰۰ سال قبل میلاد مسیح شائستگی اور تمدن مین اسقدر ترقی کر چکی تھی کہ اسکے تجارتی جہاز بحر اسود اور برطانیہ کے سواحل کی خبر لاتے تھے- کارتھیج جسکے معنی نئے شہر کے ہین فنیقیون ہی کی ایک نو آبادی تھی جو بحر روم کے افریقی ساحل پر ایک نہایت با اقتدار سلطنت تھی- ہنیبال ہیین کا ایک مشہور جنرل تھا جسنے کوہ الپس کی بلند برفستانی چوٹیون کو اُندلس (اسپین) کی جانب سے عبور کر کے سلطنت روما کو تہ و بالا کر ڈالا تھا- اسی قوم کا اثر یونانیون پر پڑا تھا-

فنیقی قوم علاوہ درختون اور پتھرون کے اجرام سماوی کے بھی پرستار تھی- اُنکا سب سے بڑا معبود بعل (سورج) تھا- اِسکو آدنیس اور بعل ملکارت بھی کہتے تھے- ان دونون لفظون کے معنی آقا اور خدا کے ہین- بعل کے بُت مختلف صورتون کے بنتے تھے- اور انکے لیے پہاڑیونکی چوٹیون پر مندر تعمیر کیے جاتے تھے- اسکے برابر بعلیت یعنی بعل کی بیوی (چاند) کا درجہ تھا- جسکو آسمان کی ملکہ اور بہار و عشق کی دیوی سمجھا جاتا تھا- اسکا دوسرا نام آستارتہ (Astarte)

تھا۔ اسکا عاشق بعل تھا جسکو کوہ لبنان پر شکار کھیلتے ہوے ایک دیوتا نے رشک وحسد کی وجہ سے بنڈیلہ
کی صورت بن کر مار ڈالا تھا۔ اسلیے ہر فصل خزان مین اسکی موت کا ماتم کیا جاتا تھا۔ بعل کے مندر مین ایک تابوت
اور منقش چوبی مجسمہ رکھا جاتا تھا جسکے پہلو مین زخم سے خون بہتا ہوا دکھایا جاتا تھا۔ اس مجسمہ کے پہلو مین ایک
مصنوعی سُور بھی ہوتا تھا۔ چند روز تک اسکے لیے گریہ وزاری کی جاتی، اُسپر قربانی چڑھائی جاتی اور پھر اُس
مجسمہ کو دفن کردیا جاتا تھا۔ اسکے سوگ مین عورتین اپنا سر مُنڈاتی، کپڑے پھاڑتی، سینہ کوٹتی، منھ نوچتی،
گلیون مین دردناک فریادین کرتی پھرتی اور ہر قسم کے علاماتِ غم کا اظہار کرکے سوگوار بنتی تھین۔ اسکے بعد
موسم بہار مین اس اعتقاد کی بنا پر کہ وہ دوبارہ زندہ ہوکر اپنی محبوبہ سے آملا خوشیان مناتی، گاتی، بجاتی،
ناچتی اور عیش وعشرت کے جشن کرتی تھین۔

شہر صیدا مین اَسْتارتہ کا بُت ایک حسین ومہ جبین عورت کی شکل کا بنا ہوا تھا جسکے مندر کے
گرد ایک مقدس جنگل تھا جسمین چند مخصوص راتون کو کل عورتین جمع ہوکر اس دیوی کے اعزاز مین خفیہ جشن
مناتی تھین۔ اس جنگل کے متبرک درختون کے نیچے آگ جلائی جاتی تھی اور بعض موقعون پر جوان لڑکیون اور
اور لڑکون کی اس دیوی کے لئے قربانی بھی کیجاتی تھی جو زندہ نذر آتش کردیے جاتے تھے۔

مذہبی ڈراما کی یہ ابتدائی صورت تھی جسمین کومیڈی یعنی تمثیل بہجت اور ٹریجڈی یعنی تمثیل مصیبت
کے خط وخال کی جھلک صاف نظر آتی ہی جو بعد کو یونانی تمدن کے دور مین فن ڈراما کی امتیازی تقسیم دوگانہ کا
سنگ بنیاد قرار پائی ہی۔ فنیقیون کے معبود، اور مذہبی رسوم وغیرہ جو آشوریون اور مصریون سے لیے گئے
تھے تبدیل ہیئت کے ساتھ اپولو وغیرہ بنکر یونان مین جا داخل ہوے اور وہان بھی ڈراما کی بنیاد قائم کردی
اور پھر یہی ڈراما یونان کی تہذیب و مدنیت کے ساتھ اطالیہ پہونچا اور وہ چیز ظہور مین آگئی جسکو
رومن ڈراما کہتے ہین۔

فنیقی تمدن کی ترقی کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ موسیو سینوبس جو اقوام قدیمہ کی تاریخ کا ایک
مشہور فرانسیسی عالم ہی اپنی کتاب تاریخ ملل قدیمۂ مشرق مین لکھتا ہی کہ فنیقی اعلیٰ درجہ کے صناع
اور کاریگر تھے۔ بحر روم کے کل ممالک کی تجارت انکے ہاتھ مین تھی اور جہازرانی مین انکا کوئی ہمسر نہ تھا
آثار قدیمہ کی تاریخی تحقیقات سے ثابت ہی کہ فنیقی تمدن مصری، کلدانی، اور آشوری تمدن سے
ماخوذ تھا۔ اسکے سمجھنے کے لیے گو اصل بحث سے ذرا دور ہٹ جانا پڑیگا کچھ تاریخی واقعات جاننے کی ضرورت ہی

شاہان کلدہ، فراعنۂ مصر کے ہمعصر تھے۔ مصری تہذیب ۵۰۰۰ سال قبل مسیح اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ کلدہ موجودہ عراق عرب کو سمجھنا چاہیئے جسکے حدود کلدانی سلطنت کے زمانہ مین شام اور جزیرہ نمائے سینا تک وسیع تھے۔ آثار قدیمہ کی جدید تحقیق بتلاتی ہی کہ کلدانی تہذیب مصر سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ فرات کے نشیبی اطراف اور اس سے اوپر دجلہ اور فرات کے مابین اسوقت تک کلدہ کے دس شہرون کا پتہ لگ چکا ہی بابیلو (Babilon) یعنی بابل اور نینوا (Ninive) اسی قوم کے شہر تھے جو اپنی شان وشوکت وعظمت کے لحاظ سے دنیا بھر مین مشہور تھے۔ یہی بابل ہی جسکا سحر وجادو مشہور ہی۔ کلدانی غیب دانی اور جادوگری مین شہرت رکھتے تھے۔ جادو، نظر بندی، طلسم، اور تعویذ، گنڈے انھین کے عقائد مین سے تھے جو رفتہ رفتہ کل قومون مین پھیل گئے اور مشرق مین آج بھی رائج ہین۔

۱۷۰۰ سال قبل مسیح کلدانیون کا زوال ہوا اور اُنکے بجائے آشوری طاقت قائم ہوئی۔ کلدہ کے شمالی جانب دجلہ کی گھاٹیون مین شمال ومشرقی پہاڑون تک جو زمین ہی وہ آشور کہلاتی تھی۔ آشوریون کے حدود سلطنت ایک جانب ہندوستان اور دوسری جانب آرمینیہ اور بحر اسود تک پہونچتی تھین۔ سنہ ۶۷۱ قبل مسیح مین آشوریون نے مصر بھی فتح کرلیا تھا اور اُسکو ۲۰ بادشاہون مین تقسیم کردیا تھا۔ فنیقیہ بھی سنہ ۸۰۰ قبل مسیح آشوریون کا باجگذار ہوگیا تھا۔ آشوری، کلدانیون کے پیرو تھے۔ اُنکا تمدن اور اُنکے کل علوم وفنون اور آداب وعقائد کلدانیون سے ماخوذ تھے۔ فنیقیون نے کل علوم وفنون اور آداب وعقائد آشوریون اور مصریون سے لیے تھے اور اُنکو اپنی ذہانت اور جودت طبع سے بہت بلند مرتبہ پر پہونچا دیا تھا۔

چونکہ مصری اور آشوری تحریر بہت دقت طلب تھی اہل فنیقیہ نے اپنے تجارتی کاروبار کی آسانی کے لیے ایک سادہ خط کی ضرورت محسوس کی اور اسکے لیے بائیس حروف کا انتخاب کیا جسمین ہر حرف ایک خاص آواز کے لیے مخصوص تھا۔ اُن کا نام الف بے رکھا گیا۔ یہ حروف زیادہ تر مصری حرفون سے لیے گئے تھے۔ یہی فنیقی الف بے ہی جسکے حروف کی شکلون مین تھوڑی بہت تبدیلی کرکے کل اقوام عالم نے اسے اختیار کرلیا تھا۔ فنیقی سیدھے ہاتھ کی جانب سے بائین ہاتھ کی طرف لکھتے تھے لیکن یونانیون نے بائین ہاتھ کی جانب سے داہنے ہاتھ کی طرف لکھنے کی ابتدا کی۔ لاطینیون نے انکی تقلید کی اور اب کل عیسائی قومین اسی کی پیروی کرتی ہین۔

یونان مین ہون خواہ اطالیہ مین یہ مذہبی رنگ مین ڈوبے ہوئے کھیل عموماً شادی بیاہ کی تقریبون مین ہوا کرتے تھے اور وہ ڈرامے جنکا مذہبی رنگ کسی قدر ہلکا ہوتا تھا اور جنہین شیشے کی پری بھی ناچ دکھاتی تھی عموماً اسوقت ہوتے تھے جب فصلین کٹ چکتی تھین اور لوگ کچھ دنون کے لیے بیکار ہو جاتے تھے۔

یہی تمدن رومی جھنڈے کے ساتھ ساتھ برطانیہ اور بلاد فرنگ مین پہونچا۔ وہان بھی اسی قسم کے کھیلون کی ابتدا مذہبی تقدس کا رنگ لیے ہوئے ظہور مین آئی۔

جب رفتہ رفتہ تمام ممالک فرنگ پہ مسیحی پرچم لہرانے لگا تو نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ڈرامے لہو و لعب مین شامل کرکے پس پشت ڈال دیے گئے اور یہ فن لطیف عرصۂ دراز تک کس مپرسی کی حالت مین پڑا رہا۔ مگر چونکہ ہر کمال کو زوال اور زوال کو کمال ہوتا ہے اسلیے فن ڈرامہ نے دوبارہ جنم لیا تو کہان مسیحی خانقاہون مین۔ گویا یہان بھی اسکی قسمت مین مذہبی گھٹی ہی لکھی تھی۔ راہب اور ترک دنون ملکر مسیحی پیغمبرون اور اولیاء اللہ کی زندگی کے حالات کی تدوین بصورت ڈرامہ کرکے کھیلنے لگے اور عرصۂ دراز تک یہی حالت رہی۔

خدا خدا کرکے یورپ کو ریفارمیشن یعنی اصلاح مذہبی کے بعد مذہبی قیود سے نجات ملی۔ اور آج ڈراما اس درجہ پر پہونچ گیا کہ اہل فرنگ کی ضروریات زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔

میرے مضمون کا موضوع چونکہ "مشرقی ڈرامہ" ہے لہذا مین نے مغربی ڈرامہ کی نشو و نما پر صرف ایک اجمالی نظر ڈالنا کافی سمجھا۔ اور وہ بھی محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ڈراما اہل فرنگ کی ایجاد نہین ہے۔ بلکہ اس فن لطیف کے لیے اہل یورپ ایشیا کے رہین منت ہین۔

دوسری بات یہ ہے کہ ڈرامہ نے مذہب کی گود مین جنم لیا اور مذہب ہی وہ چیز ہے جو مشرق کا طرۂ امتیاز ہے۔ ایشیا ہی کے آغوش محبت مین مذاہب عالم کی پرورش ہوئی ہے اور ایشیا ہی کے سر مذہب اور روحانیت کا سہرا رہیگا۔ ورنہ یورپ کو مذہب سے کیا تعلق۔

اقوام عالم اور ڈراما

بلحاظِ نسل انسانی اقوام عالم کو علماء نے چار شاخون مین تقسیم کیا ہے۔

(۱) آریہ (۲) سامی (۳) مغول (۴) حبشی۔

حبشی اقوام کا تعلق زیادہ تر افریقیہ سے ہے جنکو ہم مشرق مین شمار نہین کرسکتے۔ یہ تو ممکن نہین کہ حبشیون مین ڈرامہ کا وجود کسی نہ کسی صورت مین نہو مگر چونکہ اس کے متعلق کافی معلومات حاصل نہین ہین۔ اسلیے مین

اس کو نظر انداز کرتا ہون۔

سامی اقوام مین بھی فن ڈرامہ نے ابتدائی حالت سے آگے قدم نہین بڑھایا اور نہ اسکی ترویج و ترقی مین کچھ کوشش کی گئی۔ ان اقوام کے کتابونکی اگر ورق گردانی کیجائے تو وہان بھی اس فن لطیف کا بحیثیت فن کوئی پتہ نہین چلتا۔

اب زیر بحث صرف مغول اور آریہ رہگئے۔ چنانچہ انمین سے ہم سب سے پہلے مغول کو لیتے ہین جنکی زیادہ تر آبادی اقصائے مشرق یعنی چین و جاپان اور متصلہ ممالک مین پائی جاتی ہے۔

چینی ڈراما

ہندوستانی ڈرامہ کی طرح جسکا ذکر آگے آئیگا چینی ڈرامہ بھی رقص و سرود کے اختلاط سے پیدا ہوا۔ چین مین نہایت قدیم زمانہ سے ایک سوانگ چلا آتا ہے جو شہنشاہ وو۔ وانگ (Wu-Wang) فاتح چین کی یادگار ہے۔ چین کی قدیم روایات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے بھی دو ہزار برس قبل وہان ڈرامہ موجود تھا۔ مگر عام طور پر باقاعدہ ڈرامہ کے اجرا و رواج کا سہرا فن موسیقی کے مشہور و معروف مصلح شہنشاہ یوئین تسانگ (Yuen-Tsung) کے سر باندھا جاتا ہے۔ جو ۷۲۰ء مین گذرا ہے۔ اسوقت کے بعد سے چینی ڈرامہ کی تاریخ چار مختلف دورون مین منقسم ہے۔ اور ہر دور کے ڈرامہ کا رنگ ڈھنگ جدا اور نرالا ہے۔

(۱) پہلا دور ۷۲۰ء لغایت ۹۰۶ء ہے۔ اسمین وہ تمام ڈرامے داخل ہین جو شاہان تانگ (Tang) کے زمانہ مین تصنیف ہوے۔ ان سب کو تشو ہوئین خائی (Tchhouen-Khi) کہتے ہین۔ ان میں فوق العادت واقعات اور شجاعانہ کارنامون کا بیان ہوتا ہے۔ جیسے رام لیلا۔

(۲) دوسرا دور ۹۶۰ء سے ۱۱۱۹ء تک ہے۔ اسمین شاہان تسونگ (Tsung) کے زمانہ کے تمام ڈرامے داخل ہین اور انکا مجموعی نام ہائی خیو (Hi-Khio) ہے۔ انکی خصوصیت یہ ہے کہ انمین ایک خاص ایکٹر گاتا ہے۔

(۳) تیسرا دور ۱۱۲۵ء لغایت ۱۳۶۷ء ہے جو خین اور یوئین (Kin & yuen خاندانون) کا زمانہ ہے۔ ان ڈرامون کا مجموعی نام یوئین پن اور تسا کی (Yuen-Pen & Tsa-Ke) ہے۔

یہ ڈرامے ادبیات چین کے جواہر پارے ہین اور انکی تعداد پانچ چھہ سو سے کم نہین ہے۔ سب سے پہلے ۱۷۳۵ء مین جس چینی ڈرامہ نے یورپ کی سیر کی اسکا نام "خاندان شاؤ" (Tchao) کا یتیم بچہ

اسکا پلاٹ (قصہ) حضرت موسیٰ کی پیدائش کے قصہ سے ملتا جلتا ہے۔

(۴) چوتھا دور ۱۳۶۸ء لغایت ۱۶۴۴ء ہے۔ جو شاہان مینگ (Ming) کا عہد حکومت ہے

اِن ڈرامون مین زیادہ تر تحریک جذبات اور تفریح و تفنن کا خیال رکھا گیا ہے۔

ڈرامہ کی قسمین یورپ کا موجودہ ڈراما بلحاظ اثر دو قسمون مین منقسم ہے۔ ایک وہ جسکا خاتمہ مسرت پر ہو۔ جسکو انگریزی مین کومیڈی، عربی مین روایۃ مضحکہ اور فارسی مین تمثیل بہجت (یا نقل بہجت) کہتے ہین۔ دوسرے وہ جسکا انجام غم پر ہو اُسکو انگریزی مین ٹریجڈی، عربی مین روایۃ مفجعہ اور فارسی مین تمثیل مصیبت (یا نقل مصیبت) کہتے ہین۔ یہ ڈرامہ کی قدیم یونانی تقسیم ہے۔ مگر چینی ڈرامون مین تمثیل بہجت اور مصیبت کے امتیاز کی تفریق نہین ہے بلکہ اہل چین، موضوع اور مضمون کے لحاظ سے اپنے ڈرامے کو بارہ مختلف اقسام مین تقسیم کرتے ہین۔

تمام چینی ڈرامون پر زیادہ تر بودھیت (بودھ مت) کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ جسکی تعلیم زیادہ تر نفس کشی اور تزکیہ نفس کی تلقین کرتی ہے۔

خصوصیات چینی ڈرامہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ہر ڈرامہ مین ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو مصنف کی نمایندگی کے ساتھ اپنا بھی کام کرتا ہے۔ ڈرامہ بھر مین جسقدر گانے، یا حکمت و معرفت کے اقوال یا تاریخ و روایت کا اعادہ کرنے والے الفاظ ہوتے ہین وہ سب اسی ایک شخص کی زبان سے ادا ہوتے ہین۔

جب کوئی مُمثّل اسٹیج پر آتا ہے تو پہلے اپنا نام اور حسب و نسب بیان کرتا ہے۔

ڈرامون کی زبان بہت مغلق ہوتی ہے اور مقفّٰی۔ گو حکومت نے ڈراما نویسون کے لیے ایک تعزیری قانون بنا رکھا ہے کہ وہ تہذیب اخلاق کے حدود سے باہر قدم نہ رکھین مگر اسکی پابندی نہین ہوتی۔

جس زمانہ مین یہ قانون نافذ العمل تھا معنوی لحاظ سے چینی ڈرامون کا مرتبہ نہایت بلند تھا اور ہر کھیل مین اخلاق کا خیال رکھا جاتا تھا۔

عشقیہ ڈرامون کا زیادہ چرچا ہے۔ ڈرامے طویل ہوتے ہین اور بسا اوقات ایک ہی ڈرامہ کے دکھانے مین کئی کئی دن صرف ہو جاتے ہین۔ گو اب اسکی اصلاح ہو رہی ہے۔ قحط، وبا اور ہر مصیبت کے وقت ڈرامہ کھیلا جاتا ہے۔ کیونکہ چینی عقیدہ یہ ہے کہ اس سے بلائین دور ہو جاتی ہین۔

تھیٹر اگرچہ شمالی چین مین کھیل کے لیے مکانات عارضی طور پر مخصوص کر دیے جاتے ہین

مگر جنوبی چین کے بازارون مین مستقل عمارتین بنی ہوئی ہین جنکو ہائی تھائی (Hi-Thi) تھیٹر کہتے ہین۔ چین مین ترتیب مناظر اور مخصوص آرائش و زیبائش نہین ہوتی۔ پوشاک بھی اگرچہ شاندار ہوتی ہی مگر چونکہ چینی ڈرامے بیشتر تاریخی ہوتے ہین اسلیے عام طور پر اُس وضع قطع کا لباس استعمال کیا جاتا ہی جو تیرھوین صدی مسیحی سے قبل رائج تھا۔

ایکٹری کا پیشہ معزز نہین خیال کیا جاتا اسلیے تھیٹرون کے منیجر اکثر بچون کو جو غلام زادے ہوتے ہین خرید کر پال لیتے ہین اور اُنکو تعلیم دے کر ایکٹر بنا لیتے ہین۔

عورتین اسٹیج پر کام نہین کرتین۔ ایک مرتبہ شہنشاہ کائین لنگ (Kien-Lung) نے ایک ایکٹرس پر عاشق ہوکر اُسکو حرم مین داخل کر لیا تھا اُسوقت سے یہ رواج جاتا رہا۔ زنانے پارٹ نوعمر لڑکے یا مخنث کرتے ہین۔

ہر خوشی کی تقریب پر تھیٹر کے تماشون سے مہمانون کی ضیافت ضروری سمجھی جاتی ہی۔ تماشے رات دن چوبیس گھنٹے ہوتے رہتے ہین اور ہر شخص اپنی فرصت کے لحاظ سے جب چاہے آکر دیکھ سکتا ہے۔

۹

جاپانی ڈراما

وہ جاپان جو تہذیب و تمدن، طاقت و سطوت اور صنعت و حرفت مین دول عظام عالم کا ہمسر ہی نہین بلکہ ہمچشم بھی ہی۔ جو روس کی قوت قاہرہ کو نیچا دکھا چکا ہی اور اب امریکہ سے پنجہ لڑانے کو آمادہ ہی افسوس ہی کہ آج بھی اُسکا ڈرامہ اسقدر پست حالت مین ہی کہ بلحاظ فن بھانڈون کی نقل اور بلحاظ مذاق شوقیانہ مکالمہ یا بازاری گفتگو سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ اگر جاپانی ڈرامہ کے تن لاغر سے خلعت موسیقی اُتار لیا جائے تو عریانی کی حالت مین ایک کریہ المنظر چینی آوارہ گرد نظر آئیگا جو گویا اِدھر اُدھر ڈانوا ڈول پھرتا ہوا جاپان مین گھس آیا ہی۔ بالفاظ دیگر فن ڈرامہ چین سے جاپان پہونچا ہی۔

ابتداء چھٹی صدی عیسوی کے اواخر مین چینی نسل کا ایک جاپانی ہاداکاواتسو (Hada-Ka Watsu) نامی فن ڈرامہ کا خاص مذاق رکھتا تھا۔ اس شخص کو منجانب حکومت حکم ہوا کہ ملک کی دلچسپی اور فائدہ رسانی کے لیے ڈرامے تصنیف کرے۔ چنانچہ اس شخص نے ۳۳ ڈرامے لکھے مگر جاپانیون کے نزدیک اُنکے ڈرامے کی ابتداء ایک خاص ناچ کے رواج سے ہوئی جسکو سمباسو (Sambaso)

کہتے ہین۔ اسکا آغاز ۸۵۶ء سے ہوا اُسوقت ایک زلزلہ اسقدر شدید آیا تھا کہ بعض مقامات مین زمین کا تختہ بیٹھ گیا تھا۔ آج کل بھی اس ناچ کو آفت ارضی کے خلاف بطور ٹوٹکہ استعمال کیا جاتا ہی۔ اور کھیل شروع ہونے سے پہلے سمباسو ضرور ناچا جاتا ہی۔

ایک روایت یہ ہی کہ ۱۶۰۰ء مین ایسو نوزنجی (Iso No Zenji) نامی ایک عورت تھی جو جاپانی ڈرامہ کی ماخوا ہی۔ مگر اس عورت کے کھیل صرف ناچنے بھاؤ بتانے اور نرت دکھانے تک محدود تھے۔ اصلی ڈرامہ سارُووا کا کنزبُورو (Saruwaka Kanzaburo) نے شروع کیا۔

تھیٹر | ۱۶۲۴ء مین پہلا جاپانی سبائیہ (Sibaia) یعنے تھیٹر بمقام یدو (Yedo) تعمیر ہوا۔ اسکا بانی بھی سارُووا کا کنزبورو تھا۔ اب البتہ تھیٹرون کی کثرت ہی۔ ادنیٰ طبقات کے لوگ اس سے زیادہ شوق رکھتے ہین۔ پہلے یہ رواج تھا کہ امرا اور رؤسا تھیٹرون مین نہین جاتے تھے بلکہ ایکٹر اُنکے مکانون پر کھیل دکھایا کرتے تھے مگر ابتو تمام طبقات کے آدمی اسمین دلچسپی لینے لگے ہین اور خود مکاڈو (Mikado) شہنشاہ جاپان کا ایک درباری تھیٹر بھی موجود ہی۔ یہان ۱۰ دیگر ممالک کے برخلاف صبح سے شام تک کھیل دکھایا جاتا ہی۔ سین سینری کا بھی اچھا انتظام ہوتا ہی۔ ایکٹرون کا لباس غیر معمولی طور پر اعلیٰ اور شاندار ہوتا ہی۔

بڑے بڑے ایکٹرون کو اگرچہ معقول تنخواہین ملتی ہین مگر عام طور پر تھیٹر والے کچھ وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھے جاتے۔ پچھلے زمانہ مین تھیٹر کی کل کمپنیان ادنیٰ طبقہ کے لڑکے بھرتی کرنے پر مجبور ہوتی تھین مگر اب یہ تمام قیود اُٹھتے جاتے ہین۔ انجمن اصلاح ڈرامہ کی طرف سے یورپین طرز کا ایک تھیٹر بھی قائم ہی۔

خصوصیات | جاپانی ڈرامون کا مضمون بیشتر حب وطن سے تعلق رکھتا ہی۔ یا بعض کھیلون کا پلاٹ دیومالا اور تاریخ سے لیا جاتا ہی۔ یہ نو (No) کہلاتے ہین۔ مذہبی کھیلون مین زیادہ بہم اوتار دیوتا کے حالات ہوتے ہین۔ مگر مذہبی اور تاریخی کھیلون مین بلحاظ پاس ادب نام بدل دیے جاتے ہین۔

فی زمانہ چونکہ وقت کی قدر کیجاتی ہی اور وقت کو دولت کا مرادف سمجھا جاتا ہی اسلیے عموماً ایک ڈرامہ چار پانچ گھنٹہ سے زیادہ وقت نہین لیتا۔ مگر جاپان مین بعض ڈرامے ایسے بھی ہین جنکو رام لیلا کی طرح کئی کئی دن لگ جاتے ہین۔ کسی جگہ ہری کاری (Hari-Kari) یعنی خودکشی رجسکو راجپوتانہ

کی اصطلاح مین جوہر یا جیوہر کہتے ہین) کا سین دکھاتے ہین تو کمال کر دیتے ہین۔
ایکٹر عموماً مرد ہوتے ہین۔ مسخرہ کا پارٹ عموماً اچھا ہوتا ہی چند رؤسا اور فضلا نے ملکر ایک انجمن بغرض اصلاح ابھی بنائی ہی

تبتی ڈراما

مین اس سے پہلے تبلا چکا ہون کہ چونکہ دنیاے قدیم و جدید کے جملہ مذاہب نے ارض مقدسۂ مشرق ہی مین جنم لیا ہی اسلیے اہل مشرق کی ذہنیت اور اعمال پر جسقدر حکومت مذہب کی ہی اسقدر اور کسی چیز کی نہین ہی خصوصاً "ارض ممنوعہ" یعنی خاک پاک تبت کے اندر تو اس معاملہ مین اسقدر غلو کیا جاتا ہی کہ کسی غیر کو گھسنے تک نہین دیا جاتا۔

اہل تبت کا مذہب بودھ مت اور ہرات کے ساحر اعظم پدم شمبھو کی تعلیمات کا ایک معجون مرکب ہی جسکو لامائیت کہتے ہین۔ اُنکا عقیدہ ہی کہ ارواح دو قسم کی ہوتی ہین بُری اور بھلی۔ بھلی روحین خیر محض ہین۔ البتہ بُری روحون سے مضرت پہونچنے کا اندیشہ ہی۔ اُنکے شر سے بچنے کے لیے تبت کے لاماؤن (مقتدایان مذہب) نے ایک قسم کا رقص ایجاد کیا ہی جسکو انگریزی مین ڈیول ڈانس یعنی رقص شیطانی کہتے ہین۔ یہ گویا ڈرامہ کی ایک ابتدائی صورت ہی۔ خانقاہ کے سامنے ایک چبوترہ بنایا جاتا ہی جسپر مہاتما بُدھ کا ایک بت رکھا جاتا ہی۔ دعاؤن اور وظائف کے تمام پرچم خانقاہ سے اُتار دیے جاتے ہین۔ اسکے بعد خانقاہ کا دروازہ دفعتاً کھلتا ہی اور دس بارہ لامہ مختلف قسم کے خوفناک چہرے لگا کر خانقاہ سے برآمد ہوتے ہین۔ اور بدھ کی تصویر کے سامنے صف بستہ ہو جاتے ہین۔ حاضر جلسہ آگے بڑھکر بت کی پوجا کرتے ہین۔ پوجا کے بعد لاماؤن کا گروہ بت کے گرد حلقہ باندھ لیتا ہی اور آہستہ ناچتا، بھاؤ بتاتا، اور چکر کاٹتا ہوا، گردش کرنا شروع کر دیتا ہی۔ ناچ اور گردش کی تیزی بتدریج بڑھتی رہتی ہی حتی آخرکار اسقدر سریع ہو جاتی ہی کہ آدمی کی پہچان نہین رہتی۔ یہی حالت کچھ عرصہ تک رہتی ہی۔ اثناے رقص مین لامہ کچھ مذہبی بول بھی گاتے جاتے ہین جنکی تکرار حاضرین محفل کرتے جاتے ہین۔ جب رقص کا دور نہایت شدت کے ساتھ تیز ہو جاتا ہی تو دفعتاً خانقاہ کا دروازہ کھلتا ہی اور تمام رقاص یک لخت خانقاہ مین گھس کر غائب ہو جاتے ہین تماشہ ختم ہو جاتا ہی۔

دوسرا رقص لامائی رقص کہلاتا ہی۔ اسکا پلاٹ ایک قدیم روایتی واقعہ پر مبنی ہی۔ کہتے ہین کہ لہاسہ کا راجہ دو بیٹے چھوڑ کر مرا۔ بڑے بھائی کو جو نہایت نیک تھا چھوٹے بھائی نے ایک دن موقعہ پا کر

دغا سے قتل کر ڈالا اور اُسکے تخت وتاج کو غصب کر لیا۔ اسکی ظالمانہ حکومت سے تمام رعایا عاجز آگئی۔ آخر خانقاہ کے چند لاماؤن نے راجہ کے قتل کی سازش کی۔ اور بھیس بدلکر روزمرہ راجہ کے محل کے سامنے ناچنا گانا شروع کر دیا۔ ایک دن ناچ ہو رہا تھا راجہ بھی دیکھنے کے لیے آنکلا اور خوش ہو کر چند سکے بطور انعام لاماؤن کے سامنے پھینکے۔ لامہ ناچتے گاتے، سکے اُٹھانے آگے بڑھے اور قریب پہونچکر راجہ کو قتل کر ڈالا۔ اسی دار وگیر مین یہ لوگ جو سیاہ پوش تھے سیاہ گھوڑون پر سوار ہو کر جو موقع کے قریب ہی رکھے گئے تھے بھاگ کر شہر سے باہر نکل گئے اور مع گھوڑون کے دریا مین کود پڑے۔ گھوڑون کا مصنوعی سیاہ رنگ دھل کر سفید اصلی رنگ نکل آیا۔ سوارون نے بھی اپنے کوٹ اُلٹ لیے جو اندر سے سفید رنگ تھے اور سوار ہو کر دردانہ شہر مین گھس آئے۔ اِس واقعہ کی یادگار مین یہ ڈرامہ ہر سال کھیلتے ہین۔

تبت کا ڈرامہ ابتدائی قسم کا ہی جو ہندوستان اور بلاد فرنگ کے اور چین وغیرہ کے ڈرامہ سے کوئی نسبت نہین رکھتا۔ ایکٹر ہمیشہ لامہ ہوتے ہین۔

نمائش ویمبلی سنہ ۱۹۲۴ء مین لاماؤن کی چند جماعتون کو بھیجا گیا تھا جنھون نے وہان اپنے کھیل خوب دکھائے۔

۱۲

سیام وجزائر ماورائے ہند کے ڈرامے

جغرافیہ کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو سیام، سماترا، جاوا، بورنیو اور جزائر فلپائن پر چین وجاپان کا زیادہ اثر پڑنا چاہیے مگر فی الحقیقت ان ممالک کے ڈرامہ کا ماخذ ہندوستانی ڈرامہ ہی۔ رنگ ڈھنگ، طرز ادا اور خیالات مین بھی کچھ زیادہ فرق نہین یونان کی طرح یہان بھی کھیلنے والے نقاب پوش ہوتے ہین۔ جو لکڑی کی بنی ہوئی ہوتی ہی۔ لہذا مین ان ممالک کے ڈرامہ کو نظر انداز کر کے ہندوستان کے ڈرامہ کو بتفصیل بیان کرتا ہون۔

ہندوستانی ڈراما

ابتدا | مین اس سے قبل کہہ چکا ہون کہ مشرق کا عموماً مگر ہندوستان کا خصوصاً اوڑھنا بچھونا تک مذہب ہے۔ چنانچہ ہندوستانی ڈرامہ پر بھی مذہبی رنگ چڑھا ہوا ہی۔ اور اُسکی ایجاد دیوتاؤن سے منسوب کی جاتی ہی۔ ہندو مصنفین ڈرامہ کی ایجاد کا سہرا ایک ملہم بالغیب رشی "بھرت" نامی کے سر باندھتے ہین یا یہ کہتے ہین کہ برہما جی نے وقتاً فوقتاً ویدون سے اخذ کر کے ایک فن "بھرت" رشی مذکور کو بتایا تھا چونکہ زبان سنسکرت مین

لفظ "بھرت" کے معنی "ایکٹر" کے بھی ہین اسلیے یہ روایت فن ڈرامہ کی ایجاد کے لیے موضوع شدہ معلوم ہوتی ہی۔
یعنی فن ڈرامہ کی داستان ہمارے سامنے بطور فسانہ پیش کی گئی ہی۔ پراچین پستکون یعنی اساطیر الاولین
سے معلوم ہوتا ہی کہ سُورگ لوک (بہشت) مین راجہ اندر کے اکھاڑہ مین دیوتاؤن کے سامنے اپسراؤن
(پریون) نے تین قسم کے کھیل دکھائے تھے۔ اُنھین سے ایک کھیل "ناٹیہ" ہی جو بلحاظ "نرت" (ناچ) مکالمہ
اور طرز ادا ڈرامہ سے زیادہ ترملتا جلتا ہی۔ ان تین کھیلون مین بعدازان "شوجی" نے رقص کے دو جدید طرز
اضافہ کر دیئے۔

امور متذکرہ بالا سے صاف ظاہر ہی کہ فن ڈرامہ کی ایجاد یقیناً مذہبی تھی۔ فن ڈرامہ کی ابتدائی باتین سب سے
پہلے رِگ وید کے بعض منترون مین ظاہر ہوئین۔ جو بعض آسمانی مخلوقات کے درمیان بصورت مکالمہ ہین۔
راج کوی کالیداس نے بھی اپنے مشہور ڈرامہ وِکرَم اُروشی کی بنیاد انھین مکالمون مین سے ایک پر قائم کی ہی
پہلے دیوتاؤن کی پوجاؤن کے وقت یہ منتر پڑھے جاتے تھے۔ اور اُنکے ساتھ رقص و سرود بھی ہوتا تھا۔ مگر بعد میں اس
مذہبی رسم نے ایک رواجی صورت اختیار کرلی۔ اس طرح گویا پہلے تو ناچنے اور گانے کا ارتباط ہوا۔ پھر اسمین اول
بصورت سماع و سرود بعدہٗ بطرز مکالمہ مسلسل داستان سرائی یا واقعہ گوئی کا اضافہ ہوگیا۔ بعدازان ان جملہ عناصر کے
اختلاط نے مدارج ارتقائی طے کرکے تو ہاہتی کی ہیئت اختیار کرلی۔ یعنی ڈرامہ کھیلا جانے لگا۔ وشنو پران کی ایسی ہی
روایتین اور قصے اب بھی کبھی کبھی ہندوستان مین بصورت مکالمہ کھیلے جاتے ہین۔ یہ سوانگ ہوتے ہین
جنکو بنگال مین یا ترا یا جاترا اور مغربی صوبجات مین راس لیلا کہتے ہین۔

ہندوستان مین سب سے پہلا جو ڈرامہ کھیلا گیا تھا اُسکا قصہ وشنو پران ہی سے لیا گیا تھا۔ یہ وہ واقعہ
تھا جسمین لکشمی نے وشنوجی کو اپنی شادی کے لیے منتخب کیا تھا۔ جن روایات سے ڈرامہ کے قدیم ترین موضوعات
اور کرشن جی کی ابتدائی زندگی کے حالات کا تعلق ظاہر ہوتا ہی اُنسے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ رفتہ رفتہ ڈرامہ
کی ایک خاص شاخ نے جنم لیا جسکو سنگیت (موسیقی) کہتے ہین۔ ان کھیلون مین کرشن جی اور گوپیون کے
اختلاط و ارتباط کی داستانون کو خوب نمایان کرکے دکھایا جاتا ہی۔ گیتا گووند نظم کو ڈرامہ کی قدیم ترین صورت کا
بہترین نمونہ بتایا جاتا ہے۔

مگر اصل بات یہ ہی کہ ہندوؤن کے رزم نامے یا طویل مثنویان اپنے طرز ادا مین مکالمہ کا رنگ اختیار کرکے
ڈرامہ کے قریب آتی گئین اور جب مکالمہ کے ساتھ گانون اور راگ و رنگ کا ارتباط ہوا تو انھین تمثیلون سے

ہندو ڈرامہ خود بخود بہار پر آکر گلِ خودرو کی طرح شگفتہ ہوگیا۔ گویا پہلے ویدون نے جلوہ دکھایا۔ پھر رامائن اور مہابھارت جیسے رزم نامے یا طویل فسانے بصورت مثنوی پیدا ہوئے اور اُنکے بطن سے ڈرامہ وجود مین آگیا۔

اگرچہ ہندوستان کے باضابطہ اور تنظیم یافتہ ڈرامہ کی ابتداء پانچوین صدی مسیحی سے بتائی جاتی ہے مگر بعض سنسکرت ڈرامے مثلاً مرچھ کٹک (مٹی کی کھلونا گاڑی) یقیناً زمانۂ کالیداس سے بھی بہت پہلے کے ہین۔ مگر قدیم مصنفین ڈرامہ کے نامون پر قدامت کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہی کہ کہین پتہ نہین چلتا۔ حتی کہ خود معاصرین کالیداس کا حال تک معلوم نہین۔

الغرض جس زمانہ کا ہندو ڈرامہ ہم لوگون کو دستیاب ہوسکا ہی اُس سے بھی قرنون پیشتر ہندوستان کا فنِ ڈرامہ بلحاظ ارتقاء خط نصف النہار تک پہونچ چکا تھا اسلیے ہمکو صحیح معنی مین ہندوستانی ڈرامہ کی ابتداء تو معلوم نہین ہی لیکن ہم اُسکے عروج، اُسکے زوال اور اُسکے نابود ہو جانے کے حالات سے واقف ہین۔ اُجین اور قنوج ڈرامہ کے مرکز تھے۔

نٹ وِدیا | ایکٹ کرنا اگرچہ فنِ ڈراما کا خاص اور ضروری جزو ہی۔ مگر اسکی ابتدا اور ارتقا نظری اور عملی دونون لحاظ سے ایک جداگانہ تاریخ رکھتی ہی۔ اور بنابرین نٹ ودیا کو ایک ضمنی نوعیت فن حاصل ہی۔

اسٹیج پر آکر ایکٹر کو اُس اصلی شخص کا پورا اور سچا نمونہ بننا پڑتا ہی جسکی اُسنے شبیہ اختیار کر رکھی ہی۔ اس کام مین صحیح مطالعہ غور و خوض تجربۂ طباعی اور جبلی طبیعت کی سخت ضرورت ہی۔ ایکٹر کا یہ فرض ہی کہ وہ اصلی شخص کی اپنی حرکات و سکنات، لب و لہجہ اور لباس وغیرہ سے پوری تصویر کھینچدے۔ علاوہ زبان کے اُسکو بذریعۂ حرکات و سکنات اپنے تمام جسم کو "جسم ناطق" بنالینا چاہیے۔ اسی فن کو سنسکرت مین نرت کہتے ہین یعنی اندرونی جذبات کا اظہار بذریعۂ حرکات و سکنات جیسی حالت دکھلانی ہو مثلاً رنج، غم، خوشی، شادمانی، صحت، علالت، خواب، بیداری، دیوانگی، مستی، موت وغیرہ ان کے اظہار مین اصلی شخص کی عمر اور اُسکے زمانہ کا خیال رکھنا بھی ایکٹر کے لیے لازمی ہی۔

اقسام ڈراما | یونانیون کی طرح ڈرامہ کی دوگانہ تقسیم کامیڈی یعنے تمثیل بہجت اور ٹریجڈی یعنے تمثیل مصیبت کی کوئی تفریق نہین ہی۔

فن ڈراما کے لیے سنسکرت کی عام اصطلاح رُوپک ہی جسکی حسب ذیل دس قسمین ہین۔

دوسری قسم کو اُپ رُوپک کہتے ہین۔ اسکی اٹھارہ قسمین ہین جنمین سے ہر ایک پھر نو قسمون مین منقسم ہی۔ یہ دور از کار موشگافیون کا ایک سلسلۂ نامتناہی ہی جو غیر ضروری ہی۔

(۱) ناٹک۔ اسکا قصہ یا تو دیومالا سے ماخوذ ہوتا ہی یا تاریخ سے۔ ہیرو، دیوتا، اوتار یا راجہ ہوتا ہی اگر اسمین ہیروئن کا پارٹ زیادہ ہوتا ہی تو وہ "ناٹکا" کہلاتا ہی۔ ڈراما کا سب سے اعلی اور مکمل نمونہ ناٹک ہی اسمین پانچ سے دس ایکٹ تک ہوتے ہین۔ جیسے شکنتلا۔

(۲) پرکرن۔ عشق و محبت کا فرضی قصہ ہوتا ہی۔ ہیرو، برہمن، سوداگر مہاجن وغیرہ ہوتا ہی۔ ہیروئن کوئی لڑکی ہوتی ہی جسکی وفاداری کو نمایان کرکے دکھایا جاتا ہی۔ یہ ناٹک کے مشابہ ہی مگر اسقدر اعلی نہین ہوتا۔ یہ اعلی معاشرتی زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہی۔

(۳) بھان۔ ایک ہی ایکٹ مین ایک ہی شخص مختلف واقعات ایک مسلسل قصہ مین خواہ آپ بیتے یا جگ بیتے آواز اور ٹھاٹھ بدل کر بیان کرتا ہی یا سوال و جواب کرتا ہی کہ دوسرے کے بولنے کا گمان ہوتا ہی۔ محبت، رقابت جنگ عیاری وغیرہ کا مضمون ہوتا ہی مگر فواحشات سے بھرا ہوا۔

(۴) ویایوگ۔ ایک ہی ایکٹ مین کوئی جنگی معرکہ بیان کیا جاتا ہی۔ اسمین کوئی زنانہ پارٹ نہین ہوتا۔

(۵) سموکار۔ تین ایکٹون مین دیوتاؤن کا کوئی قصہ بیان کیا جاتا ہی۔ جیسے رام لیلا۔

(۶) ڈِم۔ چار ایکٹون مین ڈراونے یا عبرت انگیز مضامین کا بیان ہوتا ہی جسمین راکشس (بھوت پریت) دیوتا یا اوتار ہیرو ہوتے ہین۔ اسمین بازیگری، جنگ، غصہ اور ظلم وغیرہ زیادہ نمایان ہوتے ہین۔

(۷) ایہا مرگ۔ چار ایکٹ مین کسی دیوتا یا بڑے آدمی کی کہانی بیان کی جاتی ہی جسمین وہ کسی دیوی کو اسکی مرضی کے خلاف قبضہ مین لانے کی کوشش کرتا ہی۔ اسمین جنگ نہین ہوتی جھوٹی محبت و جوش کا اظہار ہوتا ہی۔

(۸) انک۔ ایک ایکٹ کا ڈراما ہوتا ہی یا کسی ڈرامے کا ضمیمہ ہوتا ہی۔ ہیرو معمولی طبقہ جہلا مین سے ہوتے ہین۔

(۹) وی تھی۔ ایک یا دو ایکٹ مین عشقیہ داستان کا بیان ہوتا ہی مگر ظرافت اور ابہام سے بھرا ہوا۔

(۱۰) پرہسن۔ یہ خالص مخلوط اور مرکب تین قسمون پر مشتمل ہی۔ اسمین تمسخر اور ہجو وغیرہ ہوتی ہی۔ اسکو نقل کہنا زیادہ موزون ہی۔

ارکانِ ڈراما سب سے بڑا درجہ ہیرو اور ہیروئن کا ہوتا ہی جنہین سنسکرت مین نائک اور نائکہ کہتے ہین۔

جو ہر قسم کے ڈراما کے مناسب حال رکھے جاتے ہین۔ ہیرو کے بعد پیٹھ مرد کا درجہ ہی جو اسکا رفیق اور رازدان ہوتا ہی۔ اسکے بعد وِدُوشک کا مرتبہ ہی جو ظریف ہونے کے علاوہ ہیرو کا مونس و ہمدم بھی ہوتا ہی۔ کبھی ہیرو کا رقیب سے بھی سامنا ہوتا ہی جسکو پرتِ نائک کہتے ہین۔ ہیروئن (نائکہ) کی رفاقت کے لیے سکھیان (سہیلیان) بھی ہوتی ہین۔ ان کے علاوہ مصاحب، وزرا، ندیم، خادم، مہربان اور گوپیان بھی حسبِ موقع اپنا اپنا پارٹ کرتی نظر آتی ہین۔

اسٹیج | ایک پردہ ہوتا تھا جسکے پیچھے ایکٹر سجائے جاتے تھے اور پھر سامنے آکر اپنا پارٹ کرتے تھے۔ اسکے لیے کسی سینری وغیرہ کا انتظام نہ تھا۔ البتہ لباس کی سخت پابندی تھی۔ شاہی محلون کا ایک حصہ ناچ گانے کے لیے مخصوص ہوتا تھا جسکو رنگ شالا کہتے تھے۔ یہ اور امرا کے محلون کے وسیع صحن ڈراما کی نمائشگاہ تھے جو عموماً کسی مذہبی تقریب یا قومی تیوہار کے موقعون پر دکھلائے جاتے تھے۔ پبلک کا گذر اسمین نہ تھا اور نہ کوئی عمارت اس غرض کے لیے مخصوص تھی۔

مشہور ڈرامانویس | بھاس۔ کالیداس۔ بھَوبھوتِ۔ ہنومان۔ نرائن بھٹ۔ رام بھدر دکھشی۔ کچھن آچاریہ۔ مُراری۔ وِشاکھ دت اور کرشن مصر وغیرہ ہین۔ اول الذکر کالیداس سے بھی بہت پہلے گذرا ہی۔ کالیداس چھٹی صدی عیسوی کے اوائل مین یا تیسری صدی مین گذرا ہی عام خیال ہی کہ وہ حضرت عیسیٰؑ سے ۵۰ برس پہلے اجین کے راجہ بکرماجیت کے دربار کا ایک بے مثل شاعر تھا۔ اسکے مشہور ڈرامے شکنتلا، وِکرم اُروشی اور مالَوِکا اگنی مِتر ہین۔ انمین وِکرم اُروشی کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہی جو مولوی عزیز مرزا بی۔ اے۔ مرحوم کی فاضلانہ قابلیت کی بہترین یادگار ہی۔ بھَوبھوت ساتوین صدی عیسوی مین گذرا ہی۔ اُتر رام چرتر اور مالتی مادھو اسکے دو مشہور ڈرامے ہین۔

اُردو ڈراما

ابتدا | مسلمان فاتحین نے ہندوستان مین نظم و نسق قایم کرنیکے بعد جو سب سے پہلا کام کیا وہ ہندوستانی علوم و فنون کی فیاضانہ سرپرستی تھی۔ اسوقت ہندوستان کا ڈراما زوال و انحطاط کے تباہ کن پنجہ مین گرفتار تھا۔ مسلمانون کی دیو وانی عربی تھی اور ہندوون کی سنسکرت آنجہانی۔

مگر اُنھون نے کشادہ دلی اور رواداری سے کام لیا اور اُنکی زندہ دلی نے مردہ فنون ہندیہ کی خاکِ مزار پر قُمْ بِاذْنِی کہکر مسیحائی کا کام دیا۔ اُنھون نے ایکٹرون کو نوازا اور ڈرامہ نویسون کو جاگیرون اور عطایائے نقد سے سرفراز کیا۔

اس فیاضانہ عنایت اور مربیانہ شفقت کے زیرِ سایہ نقالون کی ایک جماعت تیار ہوئی جو مخلوط فارسی اور بھاشا کے تماشے خاص محفلون شادیون اور شاہی دربارون مین کھیلتی تھی۔ اس قسم کی جماعتین شہر بشہر گھومتی رہتی تھین۔ چنانچہ اس قدیم مٹے ہوئے اسٹیج کے ایکٹر جو شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ مین بھگت باز[1] کہلاتے تھے آج بھی **بھانڈون** کے نام سے موجود ہین۔ بہروپیا بھی جو مختلف بہروپ بھر کر اپنی حرکات و سکنات اور آواز سے اُس اصلی شخص کی جسکا روپ اسنے بھر رکھا ہے پوری تصویر کھینچ دیتا ہے اسی قدیم اسٹیج کی ایک ہستی ہے۔

کہتے ہین کہ فرخ سیر کے زمانہ مین **نواز** نامی کسی شخص نے کالیداس کی **شکنتلا** کو زندہ کرکے اُردو کا جامہ پہنایا۔ مگر جانِ عالم پیا واجد علی شاہ اختر بادشاہ اودھ کے عہدِ عیش و عشرت مہد مین تو ہندوستانی باکمالون نے شاہی سرپرستی مین فنِ طرب و نشاط کو چار چاند لگائے کہ خود اندر کا دربار بھی **شوزنگ لوک** و بہشت مین ماند پڑ گیا۔

لکھنؤ کا قیصر باغ عیش کا گہوارہ تھا۔ نگیلے پیا خود شاعر اور ماہرِ فن موسیقی تھے۔ خود بادشاہ کا طبع زاد ڈرامہ جو درحقیقت رہس تھے رہس کے سلسلون مین جو **قیصر باغ** مین ہوتے رہتے تھے دکھایا جاتا تھا۔ اسمین خود بدولت "کنھیا پیا" بنتے اور ممتوعات گو پیان بنتین۔ مقربین شاہی کا یہی شغل تھا کہ نگیلے پیا کی تفنن طبع کے لیے کوئی نئی دلچسپی پیدا کی جائے چنانچہ مغربی تماشاخانون (تھیٹرون) کے نقشہ نے سونے پہ سہاگہ کا کام دیا۔ اوپیرا[2] کی تصویر لوحِ دل پر نقش ہوگئی۔ قیصر باغ مین اسٹیج تیار ہوگیا اور فرنگی شراب ہندوستانی صراحیون مین بھری جانے لگی۔ جانِ عالم کی رنگین مزاجی اور جدت طرازی کی بدولت ہندوستانی ماہرینِ فن نے تو اس مین وہ کمال دکھائے کہ ایک طلسمی عالم کا نمونہ پیش نظر ہوگیا۔ بمصداق النّاسُ علٰی دِینِ مُلُوکِہِمْ (عوام بادشاہون کی روش پر چلتے ہین) یہ شوق ہر خاص و عام مین سرایت کرگیا اور

---

[1] مثنوی نیرنگ عشق (فارسی) مصنفہ ملا غنیمت۔

[2] ڈرامہ کی وہ قسم ہے جو رقص و سرود کے ذریعہ ادا ہو۔

۱۸۵۳ء میں سید آغا حسن امانت نے اندر سبھا تصنیف کی جو بہت مقبول ہوئی۔ اسکی کامیابی دیکھکر ایک کایستھ منشی مداری لال نے ایک دوسری اندر سبھا بجواب امانت لکھی مگر دونون مین ادبی نقطۂ نگاہ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

غدر ۱۸۵۷ء سے پیشتر ان ڈرامون کا جو اندر سبھائین کہلاتی تھین زیادہ رواج تھا۔

امانت کی اندر سبھا مین "اختر نگر" جانِ عالم اختر کا پیارا شہر لکھنؤ ہے اور "لال محل" لال بارہ دری ہے جو تختگاہ تھی۔ مگر اب [illegible] خانہ ہے۔

پارسی اور اُردو ڈرامہ ابھی اندر سبھا کو لکھنؤ مین جلوہ آرائی کرتے کچھ ہی زمانہ گذرا تھا کہ لکھنؤ کے سیاسی اسٹیج کا ڈراپ سین ہو گیا۔ اندر سبھا شاہی ایوانون سے نکلکر غریب ہوئی مگر چونکہ اُس کا حُسن و جمال بیحد دلفریب تھا اس لیے عوام نے سر آنکھون پر جگہ دی اور اُس کو قبولیت عامہ حاصل ہو گئی۔

بمبئی پہونچتے ہی اسنے وہ جلوہ آرائی کی کہ چند پارسی نوجوانون نے رستم و سہراب کی داستان کو اندر سبھا کے سانچہ مین ڈھالا اور گھریلو ساز و سامان سے آرایش و زینت کا کام لیکر اسٹیج پر کھیل شروع کر دیا۔ عام رجحان طبع اور قبولیت عامہ کو دیکھکر پارسیون کی زرپرستانہ تجارت پسند طبیعت کب نچلی بیٹھنے والی تھی۔ اُنھون نے فوراً تھیٹر کو جلب منفعت کا ذریعہ بنا لیا اور سیٹھ پسٹن جی فرامجی نے "اوریجنل تھیٹریکل کمپنی" قائم کر کے اردو اسٹیج کی بنا ڈالی۔ سیٹھ صاحب خود شاعر تھے اور نواب علی نفیس مرحوم سے تلمذ رکھتے تھے۔ ان کی اس کمپنی مین بڑے بڑے ماہر فن ایکٹر شامل تھے جنمین خورشید جی بالی والا، کاؤس جی کھٹاؤ، سہراب جی اور جہانگیر آسمان اسٹیج کے روشن ستارے تھے۔ اس کمپنی کیلیے پہلے رونق بنارسی نے چند ڈرامے لکھے بعد ازان حسینی میان ظریف ملے تو بے گنتی ڈرامے لکھڈالے۔ ان ڈرامون کی اصلی غرض تفریح طبع تھی۔ گو یہ اصول ڈراما نویسی سے بہت گرے ہوے ہین اور زبان بھی خامیون سے پاک نہین ہے۔ مگر اس مین کلام نہین کہ انکی کوششون سے امانت کی ڈالی ہوئی داغ بیل تعمیری ارتقائی کی منزلین نہایت سرعت سے طے کر گئی اور انکے ڈرامونکی بدولت ہندوستان بھر مین اردو کا ڈنکا بج گیا۔

نتیجۂ عصمت، خداداد دوست، چاند بی بی، تحفۂ دلکشا، بلبل بیمار، تحفۂ دلپذیر، شیرین فرہاد، علی بابا، نقش سلیمانی، اکسیر اعظم، لیلی مجنون، عشرت سبھا، فرخ سبھا، گل بکاؤلی، چترا بکاؤلی، حسن افروز، چہل ہتاؤ، نیرنگ عشق، ستم ہامان، فریب فتنہ

ہوائی مجلس، حاتم طائی، بدر منیر، ناصر و ہمایون، ماتم ظفر، بزم سلیمان، گل صنوبر،

الہ دین، لال گوہر۔ خداداد وغیرہ اسکے زور قلم کا نمونہ ہیں۔

اس کمپنی نے اُردو اسٹیج کو خوب رونق دی۔

فرامجی کی وفات پر بالی والا اور کاؤس جی نے بالترتیب اپنے علیحدہ علیحدہ تھیٹر پارسی وکٹوریہ تھیٹریکل کمپنی اور الفریڈ تھیٹر قائم کیے۔

منشی ونائک پرشاد طالب بنارسی نے بالی والا کی وکٹوریہ کمپنی کے لیے قلم اٹھایا۔ طالب قادر الکلام سخنور تھے۔ مولانا راسخ دہلوی سے تلمذ تھا۔ آپ کا ڈرامہ "لیل و نہار" آپکے کل ڈراموں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ وکرم ولاس، دلیر دل شیر، نازاں، نگاہ غفلت، گوپی چند، اور ہریشچندر آپ ہی کے قلم کے رہین منت ہیں۔ ان سب میں بالی والا خود پارٹ کرتے تھے اور حق یہ ہے کہ پارٹ کا پورا پورا حق ادا کر دیتے تھے جسکا لطف مدتوں تازہ رہتا تھا۔ آپ سے بہتر ظریف شاید ہی کسی ہندوستانی اسٹیج کو نصیب ہوا ہو۔

اس کے بعد کاؤس جی کے الفریڈ تھیٹر کا نمبر تھا۔ بالی والا اگر تمثیل بہجت کی قلمرو کے بادشاہ تھے تو یہ تمثیل مصیبت کی اقلیم کے۔ آپ کے پارٹ میں اثر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ جب کبھی آپ پارٹ کرتے تو غم کی تصویر بنجاتے۔ اس کمپنی کے ڈرامہ نویس سید مہدی حسن احسن لکھنوی تھے۔ ہملٹ، گلنار فیروز، چندراولی، دلفروش، چلتا پرزا، اور بھول بھلیاں، آپ کے قلم سحر نگار کے نقوش ہیں۔

طالب اور احسن دونوں نے ڈرامہ کی کافی اصلاح کی۔ اوپیرا کی تقلید ترک کی گئی۔ غیر معمولی جدت آفرینی سے نہایت دلکش گانے نکالے گئے جو اُردو شاعری میں ایک نئی چیز تھے۔ زبان کی صفائی اور پاکیزگی کا کیا کہنا۔ مگر مقفیٰ نثر سے ڈراموں کو رونق دیکر ان باکمالوں نے ایک ایسی بدعت قائم کر دی جسکی اسوقت تک تقلید جاری ہے۔ حالانکہ مقفیٰ گفتگو بجائے حقیقی کے مصنوعی معلوم ہوتی ہو اور خواہ مخواہ قافیہ کی پابندی جیسا کہ آجکل عام دستور ہو گیا ہے عبارت کو مہمل بنا دیتی ہے۔

اس دور کے بعد آغا محمد شاہ حشر اور منشی نرائن پرشاد بیتاب نے میدان ڈرامہ نویسی میں قدم رکھا۔ آغا صاحب کا تعلق پہلے پہل الفریڈ تھیٹر سے تھا جسکے ڈائرکٹر اور منیجر سہراب جی ہیں جو خود بھی ایک اچھے ایکٹر نیز بہترین ظریف ایکٹر ہیں۔ اس کمپنی کے بیشتر ڈرامے آغا صاحب کے لکھے ہوئے ہیں۔ آپ خود بھی

ایک تھیٹریکل کمپنی کے مالک اور ڈائرکٹر رہ چکے ہین۔ شہید ناز، میٹھی چھری، مُرید شک، خواب ہستی، ٹھنڈی آگ، اسیر حرص، صید ہوس، سفید خون، خوبصورت بلا، خود پرست، سلور کنگ، شام جوانی، تصویر وفا، نعرۂ توحید، جرم نظر، ترکی حور، ہندوستان قدیم و جدید حضرت حشر کے قلم کا نتیجہ ہین۔ اور قتل نظیر، زہری سانپ، فریب محبّت، اور گورکھ دہندا، حضرت بیتاب کی کاوشونکا نمونہ ہین۔

بیتاب اور حشر دونون اُصول فن ڈراما کا لحاظ نہین رکھتے۔ حشر کے ڈرامے گو ادبی لحاظ سے بہت قابل تعریف ہین مگر مبتذل مذاق اور فحش زبان کی آلودگی سے داغدار ہین۔ یہی حال حضرت بیتاب کا ہے۔

در دِ جگر، بادفا قاتل، محبت کا پھول، منشی رحمت علی صاحب لاہوری، ڈائرکٹر بمبئی پارسی تھیٹریکل کمپنی کے قلم کا نمونہ ہین۔ آپ خود بھی ایکٹر ہین۔

آتشی ناگ، جوش توحید، دشمن ایمان، نگاہ ناز، جنگ جرمن، غریب ہندوستان، خود پرست، سُنہری خنجر، رسیلا جوگی، ہمارا خدا اور چمکتی بجلی وغیرہ منشی محمد ابراہیم صاحب محشر انبالوی کی تصنیفات سے ہین جو آجکل بمبئی کے ایک پارسی تھیٹر کے ڈائرکٹر ہین۔

یہ دونون حضرات بھی حشر کے قدم بقدم ہین اور انکا انتہائے مقصد عوام سے خراج تحسین حاصل کرنا ہے۔

دیگر مساعی جمیلہ

اسی زمانہ کے قریب جوبلی کمپنی کھڑی ہوئی اور اُسکے لیے سید عباس علی نے جو خود بھی ایک بے مثل ایکٹر تھے گلگرو زرینہ اور جام جہان نما تصنیف کیے۔

اس کمپنی کے مشہور ایکٹر جنگلی اور امرت لال تھے جنکی یاد ابتک بہت دلون مین تازہ ہے۔

آغا شاعر قزلباش دہلوی نے بھی حورِ جنّت کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا ہے۔

لالہ کنور سین صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے بھی "بر ہماندٹ" کے نام سے ایک ڈرامہ تحریر فرمایا ہے اسمین سب سے انوکھی اور نرالی چیز یہ ہے کہ اسکے تمام کیرکٹر اجرام فلکی ہین۔ آپ کے ڈرامے ابھی اسٹیج پر نہین آئے ہین۔

حضرت مائل دہلوی اڈیٹر رسالہ زبان کے بھی دو ڈرامے چندر گپت اور تیغ ستم کافی شہرت حاصل کر چکے ہین۔ یہ میرٹھ کی بیاکل کمپنی کے لیے لکھے گئے تھے اس کمپنی کے مشہور ایکٹر علی اطہر تھے جو اپنے فن مین یگانۂ روزگار ہین۔

سید تفضل حسین صاحب ناشر کے ڈرامے تسخیر فرانس جو شیکسپیر کے مشہور ڈرامہ ہنری پنجم کا ترجمہ ہے اور جولیس سیزر باوجود اپنی خامیوں کے اُردو ڈرامہ کی ادبیات میں ایک اچھا اضافہ ہیں گو اسٹیج کے قابل نہیں۔

جناب نور الٰہی اور محمد عمر صاحبان نے بھی جو فن ڈرامہ کے ایک اچھے مبصر اور عمدہ نقاد ہیں۔ اس میدان میں قدم بڑھا کر بعض تراجم و تصانیف سے اُردو ڈرامہ کی دُنیا میں ایک اچھا اضافہ کیا ہے صاحبان موصوف کے روح سیاست، جان ظرافت، قزاق، بگڑے دل، ظفر کی موت، نامی ڈرامے شایع ہو چکے ہیں۔ سپوت، گڑبڑ جھالا، اور آ بیل مجھے مار ہنوز طبع نہیں ہوئے۔

ملک کے مشاہیر اُدبائے اُردو نے بھی اب ڈرامہ کی طرف توجہ کی ہے جس سے امید ہو کہ آیندہ ہندوستان کی غیر تعلیم یافتہ پبلک کی بد مذاقی کی اصلاح ہو سکے گی کیونکہ جو ڈرامہ نویس مقبول خاطر عوام ہیں انکا ذہن ابتذال مذاق سے ضرور آلودہ ہے اور اسکی وجہ ظاہر ہے۔ انھوں نے جو ڈرامے لکھے ہیں ان میں ہندوستان کی غیر تعلیم یافتہ پبلک کے عامیانہ مذاق اور اخذ زر کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کے ڈراموں کو یہ عام مقبولیت حاصل نہ ہوتی۔ چنانچہ اس جدید سلسلہ میں حضرت استادی جناب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر کا ڈرامہ شہید وفا۔ حضرت استادی جناب مرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے۔ مرزا کا ڈرامہ مُرقع لیلی مجنون۔ جناب مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے (فلسفی) کا ڈرامہ زود پشیمان۔ جناب مولوی ظفر علی خان صاحب بی۔ اے کا ڈرامہ جنگ روس جاپان اور جناب منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کے ڈرامے قاسم و زہرہ۔ میفکرت و لوسی اُردو ادبیات کے ڈرامہ کی دُنیا میں قابل قدر اضافہ ہیں۔ البتہ ماہرین فن کی رائے ہیں یہ ڈرامے اسٹیج پر آنیکے لیے مزید نظر ثانی کے محتاج ہیں۔

ہندی ڈراما

پہلا ہندی ڈراما ہنوش ناٹک ہے جو ۱۸۵۹ء میں گوپال چند معروف بہ گردھر داس نے تصنیف کیا۔ اسکے بعد ۱۸۶۲ء میں شکنتلا، راجہ لچھمن سنگھ اور وِدیا سندر ہرش چندر نے لکھے آخر الذکر کے متعدد ڈرامے ہیں۔ گو اس سے پیشتر کے بھی چند ہندی ڈرامے ملینگے۔ مگر انکی حیثیت [illegible] سے زیادہ نہیں ہے اور جو ہیں وہ چنداں قابل توجہ نہیں۔

اُردو ڈرامے کے جوش شباب کو دیکھکر [illegible] کی طبیعت ہندی کی طرف

مائل ہوئی اور اُنھون نے ہندی کے احیائے ثانیہ کا بیڑہ اُٹھایا۔ اور اُردو رسم الخط مین ہندی کے الفاظ کی بھر مار کرکے گنگا جمنی اُردو لکھنے لگے بعض اخبارات اس مسخ اُردو کے لئے اعلیٰ نمونے پیش کرتے ہین ۔ ہم اس بات کو ضرور تسلیم کرینگے کہ ہندوستانی زبان مین اکثر عربی اور فارسی ثقیل الفاظ کی ٹھونس ٹھانس کرکے اُس کو مولویانہ اُردو بنا دیا گیا تھا مگر فریق ثانی نے غیر مانوس سنسکرت الفاظ کی فضول بھرمار سے غریب اُردو کو پنڈتانہ ہندی کا جامہ پہنا دیا۔

سب سے پہلے اس بدعت کی ابتدا بیتاب کی جانب سے ہوئی۔ جب اس نئے فیشن کے ڈرامہ کو اکثر حضرات نے بنگاہ قدر دیکھا تو آغا حشر نے بھی قلم کا رخ بدلا اور سورداس، بن دیوی، مادھو مرلی گنگا اوترن، سیتا بن باس، اور شرون کمار، نامی اُردو نما ہندی ڈرامے لکھ ڈالے۔

لاہور کے کشن چند زیبا اور نانک چند ناز نے متعدد ڈراموں مین اسی طرح طبع آزمائی کی۔ اور غضب یہ کیا کہ پراچین زمانہ کی تہذیب کے نمونے دکھانے کی کوشش مین ڈرامہ کو کرشن لیلا بنا دیا۔

مہابھارت اور رامائن کو حضرت بیتاب نے ڈرامہ کے سانچہ مین ڈھالا۔ آخر الذکر گو اسٹیج پر مقبول ہوا مگر بد تہذیبی اور اخلاق سوز مناظر کا نمونہ ہے جسے کوئی شایستہ طبیعت برداشت نہین کر سکتی

پنڈت رادھے شیام نے ویر ابھیمنیو کے علاوہ بھی کئی ڈرامے لکھے ہین ۔
بدھ دیو ماسٹر بشمبر سہائے بیاکل کے قلم کا نتیجہ ہے اور رانا پرتاب، بابو کرشن داس کے قلم کا۔

جناب پنڈت بدری ناتھ بھٹ بی۔ اے۔ ہندی لکچرار جامعہ لکھنؤ نے بھی کئی ڈرامے چندر گپت، وین چرتر، تلسی داس اور درگاوتی، وغیرہ لکھے ہین جو عوام مین مقبول ہین درگا داس، میواڑ پتن، پرتھوی راج وغیرہ ڈرامے بنگالی سے ہندی مین منتقل کیے گئے ہین منشی پریم چند صاحب نے علاوہ کئی ناٹکون کے حال ہی مین کربلا ناٹک لکھا ہے جو واقعات کی صحت اور نقطۂ نظر کی درستی و اصلاح کا زیادہ محتاج ہے۔

ہندی کے بیشتر ڈرامے وہی ہین جو اُردو مین لکھے جا چکے تھے صرف ہندی لباس پہنا دیا گیا ہے۔

ایک سو روپے کی تھیٹریکل کمپنی قائم ہوئی ہے جو صرف ہندی ڈراما کھیلتی ہے۔ اور چونکہ مختلف روسا اور راجگان ہند اس کی سرپرستی کرتے ہین اس لیے اس کمپنی نے اپنا فرض ہندی ڈرامہ کی نمایندگی قائم کر لیا ہے۔ اس کمپنی کے مشہور ڈرامے حسب ذیل ہین:-

(۱) ستیہ وان ساوتری (۲) بلوا منگل (۳) پریم بندھن (۴) بالکرشن (۵) دان ویر کرن

ہریشچندر بنارسی نے بھی بعض معقول ہندی ڈرامے لکھے ہین ان کے علاوہ ہندی ڈرامے مین اور کافی اضافہ ہوا ہے۔

بنگالی ڈراما اسکی ابتدا "یاترا" سے ہے جو ڈرامہ کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اسکے معنی جانے اور (مذہبی) جلوس کے ہین۔ رام اور کرشن کے واقعات زندگی، رامائن اور مہابھارت کی داستانون کی نمایش بھی اس کے معنون مین داخل ہے "یاترا گویا دو ڈرامہ" کا قائم مقام ہے جس مین سین سینری اور پردون کی کچھ ضرورت نہین ہوتی۔ چونکہ اس مین عامیانہ مذاق اور فحش زبان کا زیادہ دخل ہو گیا تھا تعلیم یافتہ طبقہ اور بزرگان قوم نے اس کی اصلاح پر کمر باندھی۔ زیادہ زمانہ نہین گذرا تھا کہ تاریخی، سیاسی اور معاشرتی ڈرامون کی کثیر تصانیف و تالیفات سے صوبہ بھر مین ایک نئے احساس کا دور شروع ہو گیا یہ فخر صرف بنگال کو حاصل ہے کہ وہان علاوہ پریس اور پلیٹ فارم کے تھیٹر بھی ایک طاقت ہے جس کا اثر سب سے زیادہ ہے۔ ایکٹری کا پیشہ یہان معیوب نہین ہے چنانچہ بنگالی تھیٹرون مین ایکٹر عموماً تعلیم یافتہ اور گریجوایٹ ہوتے ہین۔ عموماً جہان کہین بھی بنگالیون کی کچھ آبادی پائی جاتی ہے وہان ان کے موسیقی کلب یا تھیٹر ضرور ہوتے ہین جو خاص موقعون اور مذہبی تقاریب پر ڈرامے دکھاتے رہتے ہین اور یہ بات کچھ ان کے قومی خصوصیات مین داخل ہو گئی ہے۔

گجراتی اور مرہٹی ڈراما یہ دونون زبانین بھی اپنی ادبی حیثیت کے مطابق ڈرامون سے مالامال ہین مرہٹی ڈرامے اکثر ہندی اور بنگالی ڈرامون کی نقل ہین۔ بعض تاریخی اور سیاسی ڈرامے ناص شہرت رکھتے ہین۔ گجراتی اسٹیج کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔

علاوہ ان کے ہندوستان کی اور زبانون مین بھی ڈرامے لکھے گئے ہین اور کھیلے جاتے ہین جنکی تفصیل

تفصیل ... حاصل ...

یہ امر البتہ قابل افسوس ہے کہ آجکل تھیٹرون اور عام پسند ڈرامون مین تہذیب و اخلاق کا بالکل لحاظ نہین رکھا جاتا جسکا عامۃ الناس پر سخت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اسکے ذمہ دار مالکان تھیٹر اور اہل قلم دونون ہین۔ اس سے بھی زیادہ مذموم بات یہ ہے کہ بعض بنگالی مرہٹی اور ہندی ڈرامے نہایت غلط تاریخی واقعات اور من گھڑت افسانون پر مبنی ہین جنکا منشا بجز کسی ایک فریق کی توہین اشتعال اور دل آزاری کے کچھ نہین معلوم ہوتا۔ کاش اتنی تنگ نظری سے کام نہ لیا جاتا اور اس طرح رکیک خیالات سے ملکی اور قومی مفاد کو تعصب کے دیوتا کی بھینٹ نہ چڑھایا جاتا جو ملکی فلاح و بہبود کیلئے زہر ہلاہل سے کم نہین ہے۔ ڈرامون کی غایت اصلاح تمدن اور پبلک کی تربیت ہونا چاہیے جو اس کا اصل مقصد ہے یورپ کی گذشتہ جنگ عظیم مین اسٹیج سے بھی پروپگنڈا (تبلیغ) کا زبردست کام لیا گیا تھا اور رائے عامہ کے حسب پالیسی (منشاء) خداوندان روزگار ہموار کرنے مین یہ کچھ کم موثر ہتھیار ثابت نہین ہوا۔

ممالکِ عرب

مشکوٰۃ شریف مین ایک حدیث ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ (خدا لعنت کرے اُن مردون پر جو عورتون کی وضع اختیار کرین اور اُن عورتون پر جو مردون کی وضع اختیار کرین)۔ اس حدیث شریف سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ ممالک عرب مین ڈرامہ ضرور موجود تھا خواہ وہ کسی حالتِ ارتقا مین ہو۔ مگر مسلمانون نے اسکو مصداق وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (اور جب کبھی بیہودگیوں کے پاس ہو کر گذرتے ہین تو نیک لوگون کی طرح گذر جاتے ہین) لہو و لعب مین شامل کرکے ممنوع قرار دیا۔ لفظ سَمَر[1] اس کی شہادت دیتا ہے کہ عرب مین قصہ خوانی کا فن انتہائی ترقی کر چکا تھا جو بزمانۂ اسلام بھی باقی تھا۔

قصہ خوانی کی تفصیل اور پوری تعریف ایرانی ڈرامہ کے باب مین مفصل بیان کی گئی ہے۔

اب چونکہ تمام ممالک عرب زیر سایہ اسلام مین اسلیے وہان ڈرامہ کا تلاش کرنا فعل عبث ہے البتہ ملک شام مین یورپ کی تقلید مین ہر قسم کے ڈرامے دکھلائے جاتے ہین۔ یہان تھیٹرون کے مالک اور ایکٹر دونون بشتر شامی عیسائی یا دوسرے غیر مسلم ہین۔

عراق عرب مین بھی جب سے انگریز حکمبردار طاقت (Mandatory Power) کی حیثیت سے حکمران ہین مغربی تمدن کا اثر بڑھتا جا رہا ہے جسکا لازمی اور ضروری جزو تھیٹر ہے۔ یہان بھی اسکے مالک اور ایکٹر زیادہ تر ارمنی، یہودی اور نصرانی ہین۔

---

[1] قصہ۔ فسانہ پڑھنا۔ رات کو کہانی کہنا۔ [2] قرآن مجید سورۃ الفرقان پارہ (۱۹)

ایرانی ڈراما

قدیم ایرانی آریا نسل مین ڈرامہ کے وجود کا پتہ نہین لگتا البتہ بعد کے قومی ترقی کے دور مین بزمانۂ اسلام دو قسم کے ڈرامے پائے جاتے ہین۔ ایک تو مذہب سے تعلق رکھتا ہی اور دوسرے کو نقل کہنا زیادہ موزون ہی۔ اول الذکر بطور تمثیل وضع نہین کیا گیا ہی۔ بلکہ اس کا محرک مذہبی جذبہ ہے۔
بحالت موجودہ ڈرامہ کی دو صورتین ہو سکتی ہین۔ انفرادی اور مجلسی

تمثیل انفرادی مین ایک خاص شخص کسی واقعہ کو نظم یا نثر مین اس طرح بیان کرتا ہے گویا تمام قصہ ناظرین کی آنکھون کے سامنے ہو رہا ہے۔ چنانچہ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد نے اپنی تصنیف لطیف سخندان پارس مین ایسے شخص کا حال حسب ذیل تحریر فرمایا ہے:—

"ایران کے بازارون اور اکثر قہوہ خانون مین ایک شخص نظر آئیگا کہ سرو قد کھڑا داستان کہتا ہے۔ اور لوگون کا انبوہ اپنے ذوق و شوق مین مست اُسے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر مطلب کو نہایت فصاحت کے ساتھ نظم و نثر سے مرصع کرتا ہی اور صورت ماجرا کو اس تاثیر سے ادا کرتا ہے کہ سما باندھ دیتا ہی۔ کبھی ہتھیار بھی سجائے ہوتا ہے۔ جنگ کے معرکہ یا غصہ کے موقعہ پر شیر کی طرح بپھر کھڑا ہوتا ہے۔ خوشی کی جگہ اس طرح گاتا ہے کہ سُننے والے وجد کرتے ہین۔ غرضکہ غیظ و غضب عیش و طرب یا غم و الم کی تصویر فقط اپنے کلام سے ہی نہین کھینچتا بلکہ خود اُس کی تصویر بنجاتا ہے اُسے حقیقت مین بڑا صاحب کمال سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اکیلا آدمی ان مختلف کامون کو پورا پورا ادا کرتا ہی جو کہ تھیٹر مین ایک سنگت کر سکتی ہے۔ ان لوگون کو "قصہ خوان" کہتے ہین"۔

ایسا ہی واقعہ سرجان ملکم نے اپنی کتاب تاریخ ایران مین لکھا ہے:—

"از اسباب و اوضاع سلطنت ایران یکے قصہ خوان است کہ آن را نقال شاہ گویند و صاحب این منصب شخصے باخبر از تواریخ و مستحضر از اخبار و اشعار و ادر و نکات و دقیقہ یاب و نکتہ سنج باید۔ ایرانیان اسباب تماشا بسیار دارند۔ لیکن بنوعے کہ تقلید در فرنگستان رسم است ندارند۔ مگر قصہ خوانان ایشان کہ یہ شخص واحد در حین تقریر حکایات مجلس بالتمام ہستند از تبدیل حرکات و تغییر آواز

بمقتضائے حالت اشخاص مختلفہ در حالات عدیدہ مثل غضب و حلم و عقل و عشق و سرور و غم و سلطنت و گدائی، امارت و چاکری، فرمانبری و فرمانروائی در ہر شخص واحد دیدہ می شود"

قصہ خوانی کا پیشہ خاندانی ہوتا ہے۔

جس طرح ہندوستان میں تقاریب شادی وغیرہ میں طائفہ ارباب نشاط جزو محفل سمجھے جاتے ہیں اسی طرح ایران میں ایسے موقعوں پر قصہ خوان ضروری خیال کیے جاتے ہیں جو نثر کو تحت اللفظ پڑھتے ہیں اور نظم کو مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں۔ ان کا طرز ادا یہاں کے میراثیوں سے ملتا جلتا ہے۔ بعض قصہ خوان خاص خاص قصوں کے لیے مخصوص ہوتے ہیں جنکے وہ ماہر سمجھے جاتے ہیں جیسے شاہنامہ خوان وغیرہ۔

محرم کے دنوں میں واقعات کربلا کو ماہرین فن، مجالس عزا میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ امام مظلوم کے مصائب کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور تمام اہل مجلس نوحہ و بکا میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو ایران میں "روضہ خوان" کہتے ہیں۔

ہندوستان میں یہی فرائض مرثیہ خوان اور سوز خوان ادا کرتے ہیں جس طرح ہندوستان میں عزاداری کے لیے امام باڑے مخصوص ہیں اسی طرح ایران میں ان مجالس کیلئے عمارات "حسینیہ" ہیں۔

تمثیل مجلسی

(۱) تماشا[۵۱]۔ ایران میں ایک جماعت موسوم بہ تماشاچی، لوطی[۵۲] یا عاشق ہوتی ہے جو ملک میں جابجا گشت بھی لگاتی رہتی ہے کسی قصہ کے اشخاص کی نقل اتار کر قصہ کو سنانا اور سامعین کو خوش کرنا اسکا پیشہ ہے۔ یہ تماشاچی بصورت جماعت اسی طرح کام کرتے ہیں جس طرح ہندوستان میں بھانڈوں کا طائفہ یا نقال۔ تحت اللفظ اور مزامیر دونوں سے کام لیتے ہیں۔ دوران تماشہ میں مداری، بازیگر، بندر باز اور خرس باز وغیرہ بھی اپنے اپنے کھیلوں سے حاضرین کو محظوظ کرتے جاتے ہیں جو جزو تماشا ہوتے ہیں۔

(۲) تعزیہ۔ جس طرح ہندوستان میں واقعات کربلا کی یاد کو تازہ کرنیکے لیے تعزیہ داری اور علمداری کا رواج ہے۔ تعزیہ، دُلدُل اور تابوت کے ماتمی جلوس نکلے جاتے ہیں مجالس عزا

---

۵۱ تماشا بمعنی کوئی عجیب اور قابل دید چیز۔

۵۲ لوطی بمعنی رندا و باش اور گنڈا۔

منعقد کی جاتی ہین اسیطرح ایران مین مجالس تعزیہ کا رواج ہے۔

ہندوستان مین تعزیہ سے مراد جناب سید الشہدا کے روضۂ اطہر کی نقل ہے جو بانس اور کاغذ کی نہایت نفیس اعلی درجہ کی صناعی کے ساتھ بنائی جاتی ہے۔ محققین کہتے ہین کہ اسکا موجد امیر تیمور بانی خاندان مغلیہ ہے جسنے روضۂ امام مظلوم کی نقل بنوا کر ساتھ رکھی تھی جو اب تک ہندوستان مین تعزیہ داری کے نام سے باقی ہے۔

ایران مین تعزیہ کا مفہوم یہ نہین ہے بلکہ وہان اس سے مراد نقل واقعات کربلا ہے جو ایکٹرون کے ذریعہ سے عملاً دکھائی جاتی ہے۔ اسی کو مجالس تعزیہ یا تماشائے تعزیہ کہتے ہین۔ اس کی ابتدا سولھوین صدی عیسوی کے اوائل مین خاندان صفویہ کے تسلط سے ہوئی ہے جبکہ شیعیت ایران کا عام مذہب قرار پائی اور عزاداری کو سرکاری حیثیت حاصل ہوئی۔ انیسوین صدی عیسوی کی ابتدا تک عزاداری، مراثی تک محدود تھی جو خاص موقعون پر صرف وہ لوگ پڑھتے تھے جو شہدا کی شبیہ بنتے تھے لیکن جسقدر زمانہ زیادہ گذرتا گیا یہ مرثیہ خوانی تدریجاً ڈرامون کے نظارون مین تبدیل ہوتی گئی جس کی ابتدا عموماً روضہ خوان کرتا ہے۔

ایک وسیع میدان مین چہل درچہل، سی درسی ایک چبوترہ جسے "سکو" کہتے ہین کسیقدر بلند بنایا جاتا ہے۔ یہی تعزیہ کا اسٹیج ہوتا ہے۔ اس چبوترہ کے چارون طرف ایکٹرون کی آمد و رفت اور نقل و حرکت کے لیے ۱۰ فٹ عریض راستہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ سین سینری اور پردے وغیرہ کچھ نہین ہوتے۔

جس رات کو یہ ہوش ربا منظر دکھایا جاتا ہے اطراف و جوانب سے عورتون اور مردون کا بہت ہجوم ہوتا ہے۔ یہ سب چبوترہ کے راستہ کے چارون طرف بیٹھ جاتے ہین۔ عورتون اور مردون کی نشست کے مقامات علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین۔ جنکی رسون سے حلقہ بندی کر دیجاتی ہے۔ اور انکے آنے جانے کے لیے راستے بھی علیحدہ ہوتے ہین۔

اس دلفگار نظارۂ غم کے شروع ہوتے ہی ایک توپ داغی جاتی ہے ابتداءً بہشتیون اور سقون کے غول کے غول پانی کی مشکین بھرے "وا بیابِ لب تشنۂ کربلا" کے نعرے لگاتے داخل ہوتے ہین۔ اس جانگداز نظارہ کو دیکھ کر حاضرین پر اسقدر رقت طاری ہوتی ہے

جسکی کوئی حد نہین - نوحہ و بکا ماتم اور سینہ زنی سے آسمان ہل جاتا ہے " ہائے حسین وائے حسین" کے سوائے کچھ سنائی نہین دیتا - آخر مین تعزیہ کے افراد داخل ہوتے ہین - انمین انبیا عظام، سرور کائنات، خاندان اہلبیت، فرشتون، اصحاب ثلاثہ، معاویہ، یزید، شمر، اور امیر تیمور لنگ وغیرہ کے تمثیل ہوتے ہین - ملائکہ، انبیا اور خواتین حرم کے تمثیل نقاب پوش ہوتے ہین - جو لوگ شمر و یزید وغیرہ کی نقل بنے ہوتے ہین انپر لعنت و پھٹکار کی کوئی انتہا نہین رہتی - نفرت و حقارت کا اظہار - اکثر عملی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے - اور یہ تمثیل پٹتے پٹتے مر جاتے ہین - لہذا احتیاطاً اس غرض کیلئے قیدی طلب کر لیے جاتے ہین -

تمام ایکٹر اپنا اپنا لباس پہنے اور اسلحہ لگائے ایک ہی جگہ سب کو پر جمع رہتے ہین - سب کے پاس اپنا اپنا پارٹ لکھا ہوا موجود ہوتا ہے - اگر کوئی ایکٹر پارٹ کرتے کرتے بھول جاتا ہے تو سب کے سامنے کاغذ نکالکر پڑھ لیتا ہے - اکثر اسٹیج ڈائرکٹر جسکو استاد کہتے ہین بتلاتا رہتا ہے -

محرم کی پہلی دس راتون مین یہ پر سوز و گداز مناظر جا بجا نظر آتے ہین -

لڑکون اور عورتون کا پارٹ چھوٹے بچے اور بے ریش لڑکے کرتے ہین - متمول اور بڑے بڑے آدمیون کے بچے عموماً اسمین تبرکاً حصہ لیتے ہین -

٢٨

امرا اور متمولین اپنے اپنے محلون اور مسجدون کے صحنون مین ان ڈرامون کا خاص اہتمام کرتے ہین -

عوام الناس اس کے لیے بڑے بڑے چندے جمع کرتے ہین اور بڑی سرگرمی سے اس مین حصہ لیتے ہین -

سلطنت کی طرف سے بھی اس کا خاص انتظام کیا جاتا تھا جسمین سفرائے دول خارجہ معززین اور حکام سرکاری حیثیت سے مدعو ہوتے تھے -

ان مجالس تعزیہ کو ایران مین عام قبولیت حاصل ہے سر لویس پیلے نے جو خلیج فارس کے پولیٹیکل ریذیڈنٹ تھے سنہ ۱۸[illegible]ء مین، ۵۲ تعزیون (ڈرامون) کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا جو انھون نے زبانی روایات سے مرتب کیا تھا کیونکہ یہ تعزیے باقاعدہ تصنیف نہین کیے جاتے ہین -

تیاتر تھیٹر قفقاز کا ملک اور اسکا متصلہ علاقہ جب روس کے قبضہ و تصرف مین آگیا تو سنہ ۱۸[illegible]ء

مین روسی گورنر ایم وار نسوف نے علاوہ دیگر اصلاحات کے شہر طفلس مین ایک تھیٹر یا "تماشہ خانہ" بھی تعمیر کرایا۔ جہان ممالک فرنگ کے تربیت یافتہ ایکٹر کام کیا کرتے تھے۔
ان تماشون نے اہل قفقاز کو اسقدر فریفتہ کیا کہ وہ اپنے ملک کے ذرائع تفریح کو ذلیل سمجھنے لگے۔ چونکہ اکثر تماشے یورو پین زبانون مین ہوتے تھے جنسے اہل قفقاز پورا لطف نہین اُٹھا سکتے تھے۔ اسلیے بعض چلبلی طبیعتون مین اُمنگ پیدا ہوئی کہ وہ ملکی زبان مین ڈرامہ لکھین۔

ترکی تمثیلات

ان نئی روشنی والون مین سے میدان ڈرامہ نویسی مین جس شخص نے سب سے پہلا قدم بڑھایا وہ "قابودان مرزا فتح علی اخون زادہ" (اخوندزادہ) تھا۔ اس شخص کا باپ مدرس تھا۔ اسی وجہ سے اسکو آخون زادہ کہتے ہین۔ مرزا فتح علی روسی فوج مین افسر تھا اور کپتان کا عہدہ رکھتا تھا۔ چونکہ اسنے علوم مروجہ مین اعلیٰ تعلیم پائی تھی اسلیے اسکو ہر یورپین چیز بھلی معلوم ہوتی تھی۔ اُسنے اس امید پر کہ اُسکے لکھے ہوئے ڈرامے طفلس کے تماشہ خانہ مین کھیلے جائینگے۔ آذری ترکی زبان مین (جو آذربائجانی فارسی اور ترکی زبان کا مرکب ہے) ایک قصہ اور چھ ڈرامے لکھے جو حسب ذیل ہین:—

(۱) مُلّا ابراہیم کیمیاگر سنہ ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء (۲) موسی ژوردان حکیم نباتات (۳) خرس قولدور باسان (۴) وزیر خان سراب (۵) مرد خسیس (۶) وکلائے مرافعہ (۷) قصۂ یوسف شاہ سراج۔
بعد ازان سنہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء مین ان تمام تصانیف کو یکجائی طور پر طفلس سے شائع کیا اور اُسکا نام تمثیلات قاپودان مرزا فتح علی اخون زادہ رکھا اور جنرل بریاٹنسی کے نام پر ڈیڈیکیٹ (معنون) کیا۔

فارسی تمثیلات

شاہ کجکلاہ ایران فتح علی شاہ قاچار کے بیٹے شہزادہ جلال الدین میرزا نے تاریخ ایران بنام نامۂ خسروان لکھی تھی۔ اور اسکی جلدین اپنے اکثر احباب کو ارسال کی تھین۔ ایک نسخہ میرزا فتح علی کو بھی بمقام طفلس روانہ کیا۔ میرزائے موصوف نے اُسکے عوض اپنی کتاب "مجموعۂ تمثیلات" ارسال کرکے شاہزادہ کا شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ اگر ان تمثیلات کا ترجمہ بزبان فارسی ہوجائے تو بہت اچھا ہو۔

شاہزادہ صرف خود ہی صاحب علم نہین تھا بلکہ اہل علم اور صاحبان کمال کا قدردان بھی تھا۔ اسکی سرکار مین ایک شخص میرزا محمد جعفر قراجہ داغی بھی ملازم تھا۔ جو تحقیق تخلص کرتا تھا۔ میرزا فتح علی کی کتاب تمثیلات اسکی نظر سے گذری تو بہت محظوظ ہوا اور فوراً قصد کرلیا کہ ان کا ترجمہ سلیس فارسی مین کیا جائے۔ چنانچہ میرزا جعفر کی کوششون کا پہلا نتیجہ "ملا ابراہیم کیمیاگر" کے ترجمہ کی صورت مین سنہ ۱۸۷۱ء مین برآمد ہوا۔ اور اسکے بعد "موسیٰ ژردان" کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اسی اثنا مین اسکے مربی شاہزادہ جلال الدین کا انتقال ہوگیا۔ اور میرزا جعفر کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ باوجود ان پریشانیون کے اسنے ہمت نہ ہاری اور ایک برس کے اندر میرزا فتح علی کے بقیہ ڈرامے بھی روزمرہ کی فارسی مین منتقل ہو کر شائع ہوگئے۔

بعد ازان سنہ ۱۲۹۱ھ مین چھ تمثیلون اور قصہ یوسف سراج کو ایک ہی جلد مین طہران سے شائع کیا اور اسکی ایک جلد اصلی مصنف میرزا فتح علی کے پاس بھی جس سے اسکی دور کی عزیزداری بھی ہوتی تھی بمقام طفلس ارسال کی۔ جسنے کتاب کو بہت پسند کیا اور داد دی۔

میرزا جعفر کا زادبوم قراجہ داغ تھا۔ سنہ ۱۸۳۲ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۹۶ء مین انتقال کیا زمانہ کی ناقدردانی کا شکار رہا اور استقلال سے مشکلات کا مقابلہ کرتا رہا۔

ان تمثیلون کے شائع ہوتے ہی اہل ایران کو بھی فن ڈرامہ کی ترویج و ترقی کا شوق ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ مین بہت سے ڈرامے شائع ہوگئے جنمین سے مشہور حسب ذیل ہین:—

ہنری چہارم (انگریزی شیکسپیر) طبیب اجبار (فرانسیسی۔ مولیر)۔ تیاتر ضحاک (ترکی)

رفتہ رفتہ فن ڈرامہ نویسی نے اسقدر ہردلعزیزی حاصل کی کہ مردون کے علاوہ خواتین بھی اسطرف متوجہ ہوگئین۔ چنانچہ ماہ آفاق الدولہ ہمشیرۂ آقائے میرزا اسمٰعیل حسان اجودان باشی نے نامہ نادری ترکی سے ترجمہ کیا

سنہ ۱۳۳۱ھ مین جرمنی کے پایۂ تخت برلن سے تین ڈرامون کا ایک چھوٹا سا مجموعہ تیاتر کے نام سے شائع ہوا ہے جسمین (۱) سرگذشت اشرف خان حاکم عربستان (۲) طریقہ حکومت زمان خان اور (۳) حکایت سفر کربلا شاہ قلی میرزا شامل ہین۔ ان ڈرامونکا مصنف

میرزا ملکم خان ناظم الدولہ اصفہانی بتایا جاتا ہے لیکن اس نام کا کوئی ایرانی نژاد مصنف نہیں ہے البتہ سر جان ملکم ایران میں انگریزی سلطنت کا سفیر تھا جسکی تاریخ ایران بہت مشہور ہے اور سکا ترجمہ فارسی میں میرزا اسمعیل خان حیرت حاکم کرمان نے کیا ہے۔ ان ڈراموں میں ایرانی حکومت کے معائب اور رشوت ستانی کے سربستہ راز کھولکر دکھائے گئے ہیں ۔

یہ تو سب کچھ ہوا۔ ہو رہا ہے اور ہوتا رہیگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو غرض ترجمہ نگاروں اور ڈرامہ نویسوں کی تھی وہ بھی پوری ہوئی یا نہیں ؟

مرزا جعفر قراجہ داغی اپنی تمثیلات کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"این بندہ کتابے بزبان ترکی دیدہ فوائد و منافع آن را مشاہدہ کردہ افسوس خوردم کہ چرا تا امروز ما اہل ایران ازین استفاضہ محروم ماندہ ایم۔ محض خدمت ہم وطنان و حصول اطلاع از فوائد عائدہ تیاترو تازگی و خوش طرحی این چندے بہ ترجمہ آن پرداختہ معروض نظر ارباب کمال می نماید۔ صرف نظر از فوائد عامہ از قول مصنف در ترجمہ غرض خواہد شد فائدہ خاص را نیز درین ضمن مراعات کردہ برخلاف سلیقہ چیز نویسان قدیم از قید عبارت مغلقہ و الفاظ مشکلہ رہانیدہ بزبان عوام و سخنان روان و کلمات مانوس و عبارت معروف این کتاب مستطاب را نوشتہ باتمام رسانید۔ کہ بے سواد و باسواد ہر دو بخواندن و شنیدن از فوائد آن بہرہ مند شوند و اطفال مظلوم کہ ہمیشہ برائے یاد گرفتن ترکیب کلمہ و آموختن ہجی و در طرز عبارات مغلق مستغرق و گرفتار اند بخواندن این کتاب کہ بزبان خود آنہا مسطور است خلاصی یافتہ سہولت عبارت و مانوسی سخنان وسیلہ تشویق و ترغیب آنہا گردیدہ آنچہ کہ میخوانند و می آموزند معنی آنرا نیز فہمیدہ بصیرت و روشنائی حاصل کنند........

ہمچنین کسانیکہ فارس نہ بودہ، ایام قبل سالہا برائے آموختن زبان فارسی زحمت کشیدہ از روے کتب فرس و یا ترجمہ ہائے انجیل و توراۃ تحصیل فارسی می نمودند و بے وقت حرف زدن یا چیز نوشتن (دیدہ و شنیدہ است) کہ چہ میگفتند و چہ می نوشتند ایشان مورد ملامت میشدند اما بعد از قرنے زحمت و ریاضت از وصول مدعا تہی دست می بودند۔ امیدوارم بخواندن و مداومت این تمثیلات از قیود آن عیوب مستخلص و برائے تحریر و تقریر ضروری از زحمت کثیر

مستغنی شوند بارے چند انکہ برائے اطفال مملکت فارس خواندن این کتاب ضرورت ارد و چندان برائے بزرگ و کوچک غیر مملکت فارس مداومت این تمثیلات لازم و درکار ست"
مگر بقول شخصے کہ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اول تو ایران مین تھیٹر کی ابھی ابتدا ہوئی تھی اور تماشائیون کے سامنے تمام سین وسینری کا پیش کرنا نہایت دشوار تھا۔ دوسرے یہ کہ اُن تمثیلات مین مُلّاؤن گنڈے تعویذ والون نجومیون اور سرکاری عہدہ دارون کا بُری طرح مذاق اُڑایا گیا تھا جنکا اثر و اقتدار آج بھی ممالک مشرقیہ مین نہایت زبردست ہے اسلیے نہ تو بحیثیت ناٹک" ان تمثیلات کو کامیابی ہو سکی، نہ مکتب کے مُلّاؤن اور مدرسون کے علما نے انکو اپنے حلقہ ہائے اثر مین گھسنے دیا۔ ہان ممالک غیر نے انکی ادبی حیثیت سے کافی قدر کی اور ان سے استفادہ حاصل کیا۔ یورپ کی اکثر زبانون مین یہ تمثیلات مع ترجمہ شائع ہو چکی ہین اور اسٹیج پر بھی آ چکی ہین ۔اور اب ہندوستان کی بھی بعض یونیورسٹیان ان کو داخل نصاب کرنے لگی ہین۔ امید ہے کہ مصنف و مترجم کی محنت رائگان نہ جائیگی۔

اگرچہ مین نے اس مضمون کی ترتیب مین انسائکلوپیڈیا برٹینیکا، "تاریخ ملل قدیمہ مشرق" مصنفہ موسیو سینوبس، مقدمہ "وکرم اُروشی" مولفہ مولوی عزیز مرزا مرحوم رسالہ دلگداز مورخہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۸ء و جنوری ۱۹۲۲ء اور دیگر مختلف مستند ذرائع سے بھی کام لیا ہے مگر مین جناب محمد عمر و جناب نور الٰہی صاحبان کے مضمون "ہندوستان کا ڈرامہ" اور جناب قاضی فضل حق صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی "تمہید بعمر و خصیص" کا خاص طور پر رہین منت ہون ۔

محمد عبد القوی فانی

سرگذشتِ وزیرِ خانِ لنکران

فارسی اصل	ترجمہ اردو
کیفیتِ تمثیلِ عجیب در چہار مجلس بیان شدہ باتمام میرسد۔	قصۂ عجیب و غریب کی مفصل کیفیت جو چار مجلسوں یعنی ایکٹوں میں بیان ہو کر ختم ہوتی ہے۔
افرادِ اہلِ مجالس	**اشخاص ڈرامہ**
میرزا حبیب۔ وزیرِ خانِ لنکران۔	میرزا حبیب۔ خان یا حاکم لنکران کا وزیر
حیدر۔ فراشِ وزیر۔	حیدر۔ وزیر کا فراش
کریم۔ مہترِ وزیر	کریم۔ وزیر کا سائیس
آقا بشیر۔ ناظرِ وزیر۔	آقا بشیر۔ وزیر کا ناظر یا گھر کا مختار
فراشہائے وزیر۔ چند نفر۔	فراشہائے وزیر۔ چند شخص
زیبا خانم۔ زنِ بزرگِ وزیر۔	زیبا خانم۔ وزیر کی بڑی یا پہلی بیوی
شعلہ خانم۔ زنِ کوچک و خوشگلِ وزیر کہ خواہرِ بزرگِ نسا خانم است۔	شعلہ خانم۔ وزیر کی چھوٹی اور خوبصورت بیوی جو نسا خانم کی بڑی بہن ہے
نسا خانم۔ خواہرِ زنِ وزیر معشوقۂ تیمور آقا۔	نسا خانم۔ وزیر کی چھوٹی سالی۔ تیمور آقا کی معشوقہ
پری خانم۔ مادرِ زنِ وزیر کہ با دخترِ کوچکش نسا خانم خانۂ وزیر مہمان است۔	پری خانم۔ وزیر کی ساس جو معہ اپنی چھوٹی بیٹی نسا خانم وزیر کے یہاں مہمان ہے۔
آقا مسعودِ سیاہ۔ خواجۂ وزیر۔	آقا مسعود سیاہ۔ وزیر کا حبشی خواجہ سرا
خان۔ حاکمِ لنکران۔	خان۔ شہر لنکران کا حاکم یا صوبہ دار
عزیز آقا۔ پیش خدمت باشیِ خان۔	عزیز آقا۔ خان کے نوکروں کا جمعدار
سلیم بیگ۔ ایشیک آقاسیِ خان۔	سلیم بیگ۔ خان کے دربار کا منتظم۔

قدیر بیگ۔ نائب ایشیک آقاسی نائبِ درِخانہ
صمد بیگ۔ فراش باشئ خاں۔
عارضینِ دربِ خانہ۔ از مدعی و مدعا علیہ چہار نفر۔
فراشِ درِ خانۂ خاں۔ چند نفر۔
عمّال و نجباے ولایت۔ چند نفر۔
غلامان۔ پنجاہ نفر۔
تیمور آقا۔ پسر برادرِ خانِ لنکران عاشقِ نسا خانم
رضا۔ برادرِ رضاعیِ تیمور آقا۔
حاجی صالح۔ تاجر۔
حکیم۔ ساکنِ لنکران۔

قدیر بیگ۔ نائب منتظم دربار اور دربانوں کا داروغہ۔
صمد بیگ۔ خان کے فراشوں کا جمعدار۔
عارضینِ درب خانہ۔ کچہری کے عرضی دینے والے مدعی و مدعا علیہ چار شخص۔
فراشِ درِ خانۂ خان۔ چند کس۔
عمال و نجباے ولایت۔ چند کس۔
غلاماں۔ ۵۰ آدمی۔
تیمور آقا۔ حاکم لنکران کا بھتیجہ۔ نسا خانم کا عاشق۔
رضا۔ تیمور آقا کا دودھ شریک بھائی۔
حاجی صالح۔ سوداگر۔
حکیم۔ لنکران کا رہنے والا۔

خلاصۂ مجلسِ اوّل

ساحلِ بحرِ خزر پر شہر لنکران میں حاکم صوبہ کے وزیر مرزا حبیب رہتے تھے جنکی دو بیویاں زیبا خانم اور شعلہ خانم تھیں۔ شعلہ خانم نوجوان بیوی سے وزیر صاحب کو زیادہ محبت تھی۔ عید نوروز کے موقعہ پر وزیر نے شعلہ خانم کو ایک تحفہ دینا چاہا۔ چنانچہ حاجی صالح سوداگر کو بُلوا کر جو ریشم خریدنے رشت جارہا تھا فرمائش دی گئی کہ وہ وہاں سے آبی رنگ کی ایک صدری سلوا لائے اور اُس کے گلے میں ۲۴ عدد طلائی بٹن بھی بنوا کر ٹکوا لائے اس کیلئے ۵۰ اشرفیاں بھی دیدی گئیں۔ حاجی صالح نے رائے دی کہ وہ کپڑا اور بٹن رشت سے لے آئیگا مگر صدری لنکران میں سلوا لی جائے تاکہ جو شخص پہنے اُسکے جسم کی ناپ کے مطابق ہو۔ وزیر نے کہا کہ صدری کا لنکران میں سلوانا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو اُسکی بڑی بیوی زیبا خانم بھی صدری کا مطالبہ کریگی اور بات بڑھ جائیگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ سلی سلائی اور سجی سجائی صدری رشت سے لاکر شعلہ خانم کی نذر کر دیجائے۔ حاجی صالح تعمیل کا وعدہ کرکے چلا گیا۔

اتفاق سے زیبا خانم نے دروازہ کے پیچھے سے سب باتیں سُن لی تھیں۔ سوداگر کے جانیکے بعد دونوں میاں بیوی میں خوب جلی کٹی ہوئی۔ اور اُسی کشمکش میں زیبا خانم نے طعنہ دیا کہ اسکی چہیتی بیوی شعلہ خانم حاکم لنکران کے بھتیجے تیمور آغا سے پھنسی ہوئی ہے اور جب وہ نئی صدری پہنیگی تو اُسکا لُطف تیمور آغا خوب اُٹھائیگا۔ بالآخر یہ قضیہ بڑھا اور وزیر نے اس تُہمت کا ثبوت طلب کیا۔ زیبا خانم نے کہا کہ اس قصہ کو لنکران کا بچہ بچہ جانتا ہے اور خود وہ اور اُسکی کنیز اُسکے عینی شاہد ہیں۔ آغاز عشق کا واقعہ یہ بتایا کہ عید الفطر کے روز خود وزیر صاحب کی ایما سے شعلہ خانم قلعہ کے نیچے شریف زادوں کی کُشتی کا

دنگل دیکھنے گئی تھی وہاں تیمور آقا کا حسن جوانی اور زور و قوت دیکھکر شعلہ خانم کی طبیعت آگئی اور وہ کسی نہ کسی طرح ڈورے ڈالکر اُس سے ملگئی۔ سارا الزام وزیر صاحب کے سر گیا کہ نہ وہ شعلہ خانم کو دنگل دیکھنے کی ترغیب دیتے نہ یہ قصہ ہوتا۔ زیبا خانم یہ بات کہکر بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔ وزیر کو یقین تو نہیں آیا مگر دل میں شک ضرور پیدا ہوگیا۔ اور اُسنے یہ سوچا کہ کسی صورت سے شعلہ خانم کے دل سے تیمور آقا کے زور و قوت کا خیال نکالدینا چاہیے۔ چنانچہ یہی سوچ رہا تھا کہ کہ دربار جانیکا وقت آگیا اور وہ تیار ہونیکے لیےکمرہ میں گیا۔

اتفاق کی بات کمرہ میں چلنی پڑی ہوئی تھی۔ جسکے کنارہ پر چلتے وقت بیخبری میں وزیر صاحب کا پاؤں پڑگیا۔ اسکا دوسرا کنارہ اُچھلکر تڑاق سے گھٹنے پر ایسا پڑا کہ وزیر گھٹنا پکڑکر بیٹھ گیا اور تلملا گیا۔ غصہ تو پہلے ہی سے تھا فوراً فراش کو طلب کرکے اُس سے چلنی کے پڑے ہونیکا سبب پوچھا۔ فراش نے بتایا کہ صبح کیوقت کریم سائیس آیا تھا وہی چھوڑ گیا ہوگا۔ سائیس کی طلبی ہوئی۔ اُسنے سچ سچ بتا دیا کہ وہ غلطی سے چلنی کمرہ میں بھول گیا تھا اور صبح سے اسوقت تک اسکو تلاش کررہا ہو۔ وزیر نے اسی غصہ میں بشیر آقا کو مع اور تین فراشوں کے طلب کیا اور حکم دیا کہ ڈنڈے اور ٹکٹکی بھی ساتھ لائیں سائیس تو منت خوشامد کرکے بچگیا مگر سارا غصہ غریب داروغہ کے سر گیا اور وہ خوب پٹوایا گیا۔ آخر کار بہزار خرابی داروغہ صاحب کی جان بخشی ہوئی اور وعدہ لیا گیا کہ کہ آیندہ وہ نوکروں کی خوب نگرانی کریگا اور وزیر صاحب کے کمرہ میں چلنی کبھی نہ آنے دیگا۔

مجلسِ اوّل

(پنجاہ سال قبل ازیں کنارِ دریائے خزر در شہرِ لنکران خانۂ میرزا حبیب وزیر واقع می شود۔ وزیر در اطاق حرم اندرون نشستہ و حاجی صالح پیشِ روئے او ایستادہ است)

وزیر۔ حاجی صالح شنیدم رشت میروی۔ راست است؟

حاجی صالح۔ بلے آقا میروم۔

وزیر۔ حاجی صالح خدمتے بشما رجوع خواہم کرد۔ بایست انجام بدہی۔ بجہت ہمیں بود شما را خواستم۔

حاجی صالح۔ بفرمائید آقا۔ با جان و دل برائے انجام فرمائشاتِ سرکار حاضرم۔

وزیر۔ حاجی صالح! باید یک نیم تنۂ زری آبی در رشت بدہی بدوزند۔ تا امروز مثلش را در لنکران ندیدہ باشند ہمین کہ نیم تنہ حاضر شد، میدہی بہ زرگر بست و چہار دانہ دُکمۂ طلا و، از تخم مرغ کوچک تر و از تخم کبوتر بزرگ تر درست میکنند۔ و بہ یخہ اش می دوزند وقت برگشتن ہمراہ خود بیاور۔ اینہم پنجاہ دانۂ طلا است۔ (پولہا را در میان کاغذ پیچش میگذارد) خرج کن۔ ہر چہ کم آمد

پہلا ایکٹ

(یہ سین آج سے ۵۰ سال قبل دریائے خزر یا بحرۂ کاسپین کے کنارے شہر لنکران میں میرزا حبیب وزیر کے گھر واقع ہوتا ہے۔ وزیر صاحب ایک کمرہ میں جو حرم سرائے سے ملا ہوا ہے بیٹھے ہیں اور حاجی صالح اُنکے سامنے کھڑا ہے)

وزیر۔ میں نے سُنا ہے کہ تم رشت جا رہے ہو۔ کیا یہ بات سچ ہے؟

حاجی صالح۔ ہاں حضور جا تو رہا ہوں۔

وزیر۔ حاجی صالح! میں ایک خدمت تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ تمکو چاہیئے کہ اُسے انجام دو۔ اسی واسطے میں نے تمکو بُلایا ہے۔

حاجی صالح۔ حضور فرمائیں۔ میں سرکار کی فرمائشیں جان و دل سے پوری کرنیکو حاضر ہوں۔

وزیر۔ (اچھا تو) حاجی صالح! تمکو چاہیے کہ آبی یا نیلے رنگ کی ایک صدری (واسکٹ نیم آستین) جسپر زری کا کام بنا ہو رشت میں کسی سے سِلوا ؤ۔ مگر ایسی کہ اسکا ثانی آجتک لنکران بھر میں کسی نے نہ دیکھا ہو۔ جب صدری تیار ہو جائے تو کسی سُنار سے کہکر سونیکے ۲۴ عدد تکمے (بٹن) بنواؤ۔ جو مُرغ کے انڈے سے چھوٹے اور کبوتر کے انڈے سے بڑے ہوں۔ اور یہ بٹن اُس صدری کے گریبان کے گرد ٹکواؤ۔ لوٹتے وقت اپنے ساتھ لیتے آنا۔ اور یہ لو ۵۰ عدد اشرفی (اشرفیاں کاغذ میں لپیٹ کر سامنے رکھدیتا ہے) انھیں خرچ کرو۔ اگر کچھ کمی پڑ گیا

برگشتن درینجا، کارسازی میشود۔ زود برمیگردی یا خیر؟

حاجی صالح۔ تا یکماه دیگر برمیگردم۔ کارے ندارم۔ پول نقد می برم، ابریشم بخرم برگردم۔ اما آقا! اگر اندازهٔ تنهٔ معلوم میشد بسیار خوب بود۔ آنجا که بدوزند شاید تنگ و گشاد بشود یا کوتاه و بلند بیاید۔ در خدمت سرکار مقصر بشوم۔

وزیر۔ عیب ندارد۔ قدرے گشاد بلند بدوزند اگر اندازه نیامد اینجا درست می کنند۔

حاجی صالح۔ آقا! نمیشود که پارچه اش را بخرم و دگمه اش راهم بهم لبانند۔ بیاورم اینجا۔ هرکس میخواهد بپوشد۔ باندازهٔ قدّ او ببرند بدوزند۔

وزیر۔ اخ ایهه! بندهٔ خدا۔ شما ها عجب عادت کرده اید به زیاد گفتن و اظهار معرفت نمودن۔ مقصودت این است، من مطلب پوشیده را بیساخته آشکار بشما بگویم۔ تو که نمیدانی اگر من آنرا اینجا بدهم ببرند بدوزند بچه قیل و قال خواهم افتاد و چه اوقات تلخی خواهم کشید۔

حاجی صالح۔ خیر آقا! من چه میدانم۔

وزیر۔ پس من لابد باید پیش از وقت ترا از مطلب خبردار کنم۔ تا بازار هم که رفتی بهرکس رسیدی شهرت بدهی که وزیر بمن چنیں و چناں خدمت رجوع کرده است۔ آسائش را با حرام کنی۔ نگذاری آسوده بنشینیم عزیز من مطلب این است۔ دوماه دیگر نوروز نمانده است

تو واپسی پر حساب صاف کردیا جائیگا۔ جلدی لوٹوگے یا نہیں؟

حاجی صالح۔ دوسرے مہینہ لوٹونگا۔ چنداں کام نہیں ہے۔ نقد روپیہ لیئے جاتا ہوں۔ ریشم خریدا اور لوٹا لیکن حضور! اگر صدری کی پیمائش معلوم ہوجاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ کیونکہ اگر وہاں سلوائی گئی تو ممکن ہے تنگ یا ڈھیلی یا چھوٹی بڑی ہوجائے اور پھر میں حضور کے سامنے تقصیروار ٹھہروں۔

وزیر۔ کچھ پروا نہیں! اگر کسیقدر ڈھیلی اور بڑی ہوگئی اگر پیمائش ٹھیک نہ ہوئی تو یہاں درست کرلینگے۔

حاجی صالح۔ کیا حضور ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں صدری کا کپڑا خریدلوں اور بٹن بھی بنوالوں اور یہاں لے آؤں؟ جس شخص کو پہننا منظور ہو اسکے جسم کے مطابق قطع کرکے سی لیں۔

وزیر۔ اخاہ! تم لوگونکو زیادہ باتیں بنانے اور اپنی قابلیت جتانیکی عجیب عادت پڑگئی ہے۔ کیا تیرا منشا، یہ ہے کہ میں اپنا پوشیدہ مطلب صاف صاف تجھسے کہدوں؟ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر وہ صدری میں یہاں قطع کراکر سلواؤں تو کیسی کیسی چہ میگوئیاں ہوں گی، اور نہ معلوم میری زندگی کبتک تلخ رہیگی (جان عذاب میں پھنسی رہیگی)۔

حاجی صالح۔ نہیں حضور! مجکو کیا معلوم؟

وزیر۔ تو اب میرے لئے لازم ہوگیا کہ وقت سے پہلے تمکو تمام مطلب سمجھادوں۔ تاکہ بازار جاؤ اور جس شخص سے ملو اس سے یہ نہ کہتے پھرو کہ وزیر نے مجکو فلاں فلاں کام سپرد کیا ہے۔ ہمارا عیش و آرام حرام کردو اور چین سے نہ بیٹھنے دو۔ سنو! عزیز من مطلب یہ ہے کہ دو مہینہ بعد نوروز آنیوالا ہے

نیخواہم چیزے غریبہ در عید بہ شعلہ خانم
بہ بخشم۔ اگر اینجا بہ ہم بدوزند، زیبا خانم
ہم، یک ہیچو چیزے خواہد خواست
نگیرم، اضافۂ خرج است، باو زیبندگی
ندارد۔ نگیرم، از قال وقیل خلاص
نخواہم شد، ہمہ روز مایۂ دردِ سر و اوقات
تلخی است۔

حاجی صالح۔ آقا! اگر وقتے کہ دوختہ
اش را بخشیدی، زیبا خانم دیگر مثلِ آنرا
نخواہد خواست؟

وزیر۔ اللہ اکبر! عجب گیر بیفتادہ ام۔
مرد کہ بتو چہ؟ بتو ہر چہ می گویند
تو برو، ہماں طور کن۔ وقتِ دادن
خواہم گفت، خواہرم زنِ ہدایت خان
رشتی این نیم تنہ را برائے شعلہ خانم سوغات
فرستادہ است۔ آنوقت زیبا خانم نمی تواند مرا مقصر
کند۔ این حرفہا را اینجا بکس گفتہ نگفتہ ہا!

حاجی صالح۔ خیر آقا من چہ حد دارم سر شما را
فاش کنم۔ لائقِ ریشِ من است؟

وزیر۔ بارک اللہ! دہ برو۔ مرخصی!

[حاجی صالح تعظیم کردہ از اطاق بیرون میرود، پشتِ سرش زیبا خانم
زود آن در پسِ طاق با دو دستی سخت باز کردہ وا فریاد کنان داخل
میشود۔ وزیر از ین صدا تکان خوردہ ہولناک پشتِ سر نگاہ میکند]

میں چاہتا ہوں کہ عید کے موقع پر کوئی عجیب و غریب چیز شعلہ خانم کو (بطور تحفہ) دوں اگر
میں یہاں دیکر سلواؤں۔ تو زیبا خانم بھی ویسی ہی چیز طلب
کریگی۔ اگر لیکر دیتا ہوں تو (ایک تو) خرچ زیادہ ہوتا
ہے دوسرے اُسپر زیب ندیگی۔ اگر نہیں لیکر دیتا ہوں
تو باتیں (طعن و تشنیع) سُننے سے نجات نہ ہوگی۔ روز
روز کی بک بک اور بدمزگی کا سامان (پیدا) ہوجائیگا
(یعنی مدت تک جان عذاب میں رہیگی)

حاجی صالح۔ لیکن حضور! جب آپ اُسکو (شعلہ خانم کو)
سِلی سلائی (صدری) عنایت فرمائینگے تو کیا اُسوقت
زیبا خانم ویسی ہی (صدری) طلب نکرینگی؟

وزیر۔ اللہ اکبر! کس عذاب میں جان پھنسی ہے! آدمی
کے بچے! تجھے کیا؟ تو جا اور جسطرح تجھسے کہا جائے ویسا کر
دیتے وقت میں کہدونگا کہ میری بہن، ہدایت خان رشتی
کی بیوی نے یہ صدری شعلہ خانم کیلئے سوغات بھیجی ہے
اُسوقت زیبا خانم مجھکو بُرا بھلا کچھ نہ کہہ سکیگی۔ دیکھو
جو کچھ میں نے کہا ہے اُسمیں سے ایک حرف یہاں کسی سے
نہ کہنا! (اگر کہہ بھی گذرو تو مکر جانا۔ سمجھے!)

حاجی صالح۔ نہیں حضور میری کیا مجال جو حضور کا بھید
کھولوں۔ کیا یہ حرکت اس داڑھی کے شایاں ہے!

وزیر۔ بارک اللہ! (خدا برکت دے) بس جاؤ، رخصت!!

[حاجی صالح تعظیم کرکے کمرہ سے باہر چلا جاتا ہے اُسکے منہ پھیرتے ہی فوراً
زیبا خانم دونوں ہاتھوں سے سختی کیساتھ دروازہ کھولکر چیختی چلاتی اندر آ
جاتی ہے۔ وزیر اس شور سے چونک کر خوفزدہ ہو کر پیچھے کیطرف دیکھتا ہے]

زیبا خانم۔ برلے زنِ سوگلیت نیم تنہ یخہ دو کمرۂ طلا، فرمائش میدادید، بارک اللہ بمردی شما! خواہید گفت خواہرم زنِ ہدایت خاں برائے شعلہ خانم سوقات فرستادہ است۔ بارک اللہ۔ خواہرت را بمن میشناسانی؟ خواہر تو از خسیسی مثلِ تاجرہائے اصفہانی پنیر را توے شیشہ کردہ نانش را پشت شیشہ میکشد۔ حال ہیچ شدہ است کہ نیم تنہ پنجاہ شصت تومانی برلے زنِ تو سوقات بفرستد۔ یعنی من آن قدر احمقم کہ این را باور میکنم؟

زیبا خانم۔ (اچھا تو) آپ اپنی چہیتی بیوی کے لئے ایک صدری کی فرمائش دے رہے تھے جسکے گلے میں سونیکے بٹن لگے ہوں؟ خدا آپکی جوانمردی میں برکت دے۔ بہانہ یہ کرتے کہ میری بہن عنایت خاں کی بیوی نے شعلہ خانم کیلئے تحفہ بھیجا ہو؟ خدا برکت دے۔ اپنی بہن کی باتیں مجھے سُناتے ہو؟ وہی بہن جو مارے کنجوسی کے اصفہانی سوداگروں کی طرح پنیر تو بوتل میں رکھدیتی ہے اور روٹی کا ٹکڑا بوتل پر رگڑ کر کھا لیتی ہے اور یا اب یہ نوبت پہونچی کہ ۵۰-۶۰ تومان کی صدری آپکی بیوی کو سوغات بھیجتی ہے۔ گویا میں اسقدر احمق ہوں کہ ان باتوں کا اعتبار کر لیتی؟

وزیر۔ ضعیفہ مرا ترساندی۔ چہ چی میگوئی؟ چہ سوقات؟ چہ نیم تنہ؟ دیوانہ شدہ مگر؟

وزیر۔ اری بڑھیا! مجھکو ڈراتی ہے۔ کیا بکتی ہے؟ کیسی سوغات؟ کیسی صدری؟ کیا پاگل ہوگئی ہو؟ (شاید پاگل ہوگئی ہو)

زیبا خانم۔ ہیچ کلفرہ نزن۔ زبانت را برمگردان۔ حرفہائیکہ با حاجی صالح میزدید ہمہ را مو بمو تا آخرش شنیدہ ام۔ ہماں ساعت کہ حاجی صالح را خواستی فہمیدم۔ بقلبم اثر کرد۔ آمدم پشت آن یکے درِ اطاق قائم شدم گوش دادم۔ دیدم ہماں طور است کہ خیال کردہ بودم۔ خدا مبارک کند نیم تنہ یخہ دکمہ طلا برائے زنِ سوگلیت چشم تیمور آقا روشن۔ برلے سوگلیش

زیبا خانم۔ بس فضول باتیں نہ بناؤ بہانہ نہ کرو زبان نہ پلٹو۔ جو جو باتیں تمنے حاجی صالح سے کی ہیں وہ میں نے حرف بحرف آخر تک سُنی ہیں۔ جسوقت تمنے حاجی صالح کو بُلایا تھا میں اُسی وقت سمجھ گئی تھی میرے دل میں پہلے ہی خیال گذرا تھا۔ میں دبے پاؤں آئی اور اُس کمرہ کے دروازہ کے پیچھے کھڑی ہوگئی اور سُننے لگی۔ میں نے دیکھا ویسا ہی ہو جیسا میں نے خیال کیا تھا اپنی لاڈلی بیوی کو وہ طلائی بٹنوں والی صدری خدا مبارک کرے۔ تیمور آقا کی آنکھیں روشن ہیں اور اسکی پیاری

نیم تنهٔ تازه فرمائش رفته است - بپوشد پیش چشمش قر بدهد -

معشوقہ کیلیے ایک نئی صدری کی فرمائش کی گئی ہے وہ اُسکو پہنیگی اور اُسکی آنکھوں کے سامنے ناز و انداز دکھائیگی -

وزیر - زنکه چرا حرف مفت میزنی تا کے از نامربوط گفتن خود دست برنمیداری؟ هیچ خجالت نمیکشی پیش روی من بعیال من تهمت میبندی ناموس مرا بباد میدهی - قباحت هم خوب چیزیست در دنیا حیف نباشد -

وزیر - او عورت کیوں بک بک کرتی ہو؟ تیری یہ بیہودہ گفتگو کبتک بند نہ ہوگی؟ تجھکو شرم نہیں آتی میرے ہی منھ پہ میرے بیوی بچوں کو تہمت لگاتی ہے اور میری عزت برباد کرتی ہو برائی کا سمجھ لینا یعنی احساس غیرت بھی دنیا میں ایک اچھی چیز ہے - کیا یہ شرم کی بات نہیں ہو -

زیبا خانم - اگر من هم می خواستم ناموس ترا باد بدهم یکی از این جوانهای خوشگل و رعنا دست میاوردم - با او عشق بازی می کردم - ناموس ترا زن سوگلیت باد میدهد که شب و روز با تیمور آقا دست بگردن است چند دفعه کنیزم بچشم خود دیده است -

زیبا خانم - اگر میں تیری عزت کو برباد کرنا چاہتی تو میں ان نوجوانوں میں سے کسی خوبصورت چھیلے مرد سے آشنائی کر لیتی اور اُسکے ساتھ محبت کرتی - تیری عزت کو بٹہ تو تیری چہیتی بیوی لگاتی ہو جو رات دن تیمور آقا کے گلے میں باہیں ڈالے پڑی رہتی ہو - میری کنیز (لونڈی) نے بھی کئی بار خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو -

وزیر - (رنگش پریده) من بحرف تو و کنیزت هرگز باور ندارم -

وزیر - (منھ فق) میں تیری اور تیری کنیز کی باتوںکا ہرگز اعتبار نہیں کرتا -

زیبا خانم - تنها ما نمیگوئیم - همهٔ اهل لنکران این عمل را میدانند - میگویند تو چشمت را روی هم گذاشته مثل کبک سرت را زیر برف کرده خوب و بد خودت را نمی فهمی خیال میکنی مردم هم نمی فهمند -

زیبا خانم - صرف ہم ہی نہیں کہتے - تمام لنکران والے اس بات کو جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمنے تو اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں - چکور کی مانند اپنے سر کو برف میں دبا رکھا ہو - اپنی بھلائی برائی کو نہیں سمجھتے اور خیال کرتے ہو کہ دوسرے بھی نہیں سمجھتے -

وزیر - این حرفها چه چیز است میزنی؟ نسا تیمور آقا را چه شناخته - او را کجا دیده است -

وزیر - تو کس قسم کی باتیں کر رہی ہو - نسا تیمور آقا کو کیا جانے اُسنے اُسکو کہاں دیکھا ہو؟

زیبا خانم - خودت [illegible] خودت

زیبا خانم - تمنے خود دیکھا ہو - تمنے خود دکھلایا ہو

وزیر۔ (بصدائے بلند) من نحوده ام؟ من نشان داده ام؟
زیبا خانم۔ بلے که تو نشان دادهٔ۔ البته
که خودت نشان دادهٔ۔ پس من نشان
داده ام۔ تو بودی روز عید ماه روزه
آمدی۔ بزن سوگلیت گفتی۔ خان
در بیرون قلعه بیگ زاده ها را بکشتی
می اندازد۔ تو و نسا خانم هم با خواجه و
کنیز بیائید۔ در مرد رو بپائے دیوار قلعه
فرش بیندازند بنشینید۔ تماشا بکنید۔ آنها
هم راه افتادند رفتند۔ آنجا تیمور آقا تازه جوان
بست و پنج ساله خوشگل پرقوت همه بیگ زاده ها را
زمین زده۔ شعله خانم یکدل نه هزار دل عاشق و
گرفتار او شده۔ دیگر کسے چه میداند بچه حیله سر آورده
است اگر یکروز نه بیندش آرام نه دارد۔ نه گفتمت
بارہا سن و سال دختر تازه جوان برائے تو شائسته نیست
بحرف من گوش نه کردی۔ حالا سزا تست بکش۔
وزیر۔ خوب است۔ برو گم شو۔ بس است
کفایت کرد۔ ولم کن۔ کار دارم۔
زیبا خانم۔ (لندلند کنان فته زیر لب گوید) من چرا گم شوم
زن سوگلیت گم شود و فاسقش۔ جا همانا برائے تو خوب اند۔
وزیر۔ (تنها) عقلم قبول نمیکند که شعله خانم
صاحب این عمل بوده باشد۔ اما احتمال کلی میرود۔ زور
و قوت تیمور آقا را دیده خوشش آمده است۔

وزیر۔ (چلاکر) میں نے دکھلایا ہی؟ میں نے پتہ دیا ہی؟
زیبا خانم۔ ہاں تمنے خود پتہ دیا ہی۔ بیشک تمنے خود پتہ
دیا ہی۔ بعد میں میں نے کہا ہی۔ آپ تھے کہ عید الفطر کو
تشریف لائے اور اپنی چہیتی بیوی سے فرمانے لگے کہ
خان یعنی حاکم نے فصیل کے نیچے قلعہ سے باہر شریف زادوں
کی کشتی کا دنگل کرایا ہی تم بھی مع نسا خانم خواجہ سرا اور
لونڈی کے آنا اور قلعہ کی دیوار کے نیچے جو راستہ ہی
وہاں فرش بچھا کر بیٹھ جانا اور تماشا دیکھنا۔ وہ بھی اُٹھے
اور چلدئے۔ تیمور آقا ٹھہرا ایک خوبصورت اور طاقتور
۲۵ سال کی عمر کا نوجوان اُسنے تمام شریف زادوں کو پچھاڑ
دیا۔ (پھر کیا تھا) شعلہ خانم ایک دل تو کیا ہزار جان سے
اُسپر عاشق ہو گئی اب کسی غیر کو کیا معلوم کہ اُسنے اُس سے کیونکر
آشنائی پیدا کی۔ اگر ایک روز بھی نہیں دیکھتی تو چین نہیں
پڑتا۔ میں نے تمسے کہا نہیں تھا کہ ایک نوخیز لڑکی تمھاری جیسی
عمر کے آدمی کیلئے شایاں نہیں ہے؟ مگر تمنے میری ایک نہ سُنی۔
اب تمھاری یہی سزا ہی۔ بھگتو۔
وزیر۔ بہت اچھا چل دور ہو۔ بس اتنا ہی کافی ہی (میں بہت
سُن چکا)۔ اب میرا پیچھا چھوڑ۔ مجھے کچھ کام کرنا ہی۔
زیبا خانم۔ (بڑبڑاتی جاتی ہی اور آہستہ کہتی ہی) میں کیوں گم ہو جاؤں
گم ہو تیری چہیتی بیوی اور اُسکا یار۔ وہی تیرے لئے ٹھیک ہیں۔
وزیر۔ (تنہا) میری عقل میں نہیں آتا کہ شعلہ خانم نے
اس قسم کی حرکت کی ہوگی۔ مگر اس امر کا پورا شک ہو سکتا
ہی کہ تیمور آقا کے زور و قوت کو دیکھکر اُسکو اچھا معلوم ہوا ہوگا

بچہ، جاہل، بے خیال بیش ایں وآں تعریف کردہ است۔ زنکہ از حسودی حرف ہائے اورا بہ دل بستگی نسبت دادہ چاہ از براش میکند۔ بہر حال می بایست شعلہ را ازیں صرافت انداخت و بطورے حالیش کرد کہ تیمور آقا چنداں پُرزور نیست۔ آنہارا کہ زمین زد، ہمہ بچہ ہائے یک وجبی بودند۔ شاید باین تدبیر وصف تیمور آقا را از سر خود بیرون کند۔ دیگر بزبانش نیاورد۔ برخیزم۔ بروم پیش خاں۔ بعد برگردم بیایم بروم اطاق و ببینم چہ میکنیم۔ (برمی خیزد۔ برود)

زیبا خانم۔ (اندرون آمدہ) امروز برائے شام و نہار ہرچہ میل دارید بفرمائید بپزند۔

وزیر۔ زقوم، زہر مار، خوراکی بمن خوراندی کہ یکماہ دیگر ہم نخورم باز سیرم۔

(می خواہد برود۔ وسط اطاق غربالے افتادہ۔ متفکر چشمش بطرف درب میرفتہ پایش را بگوشۂ کمان غربال گذاردہ، آں سر کماں بلند شدہ تراق بزانوش می خورد۔ زانوش را گرفتہ اخ کردہ می نشیند۔ رو بزنش داد کشیدہ)

اُخ مردم! ایں غلبیر اینجا چہ میکند پدر سوختہا!

تو عمر ہی ناداں۔ ناسمجھی سے تیرے میرے آگے تعریف کر بیٹھی ہو گی۔ یہ عورت دشمنی سے اُن باتوں کو عشق و محبت سے نسبت دیکر اُسکے لئے کنواں کھودنا چاہتی ہی۔ بہر حال شعلہ کے دل سے یہ خیال نکلوا دینا چاہیئے اور کسی طرح اُسکو بتا دینا چاہیے کہ تیمور آقا کچھ ایسا زیادہ طاقتور نہیں ہی۔ جب لوگونکو اُسنے پچھاڑا تھا وہ بالشت بالشت بھر کے بچے تھے۔ شاید اس تدبیر سے وہ تیمور آقا کا خیال دل سے نکال ڈالے۔ اور پھر اُسکا نام زبان پر نہ لائے اچھا اب میں اُٹھتا ہوں۔ خاں کے پاس جاتا ہوں اور پھر وہاں سے لوٹکر اُسکے (شعلہ کے) کمرہ میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مجھ سے کیا تدبیر ہو سکتی ہی۔ (اُٹھکر چلا جاتا ہے)

زیبا خانم۔ (اندر آکر) آج ناشتہ اور کھانیکے لئے جس چیز کو طبیعت چاہتی ہو فرما دیجیئے تا کہ پکا لیں۔

وزیر۔ اینٹ پتھر (اکا ٹنے اور سانپ کا زہر) تمنے مجکو پہلے ہی ایسی غذا کھلا دی ہو کہ اگر میں دس مہینہ تک نہ کھاؤں پھر بھی پیٹ بھرا رہیگا۔

(جانا چاہتا ہے۔ کمرہ کے بیچ میں ایک چلنی پڑی تھی پریشاں دروازہ کی طرف دیکھتا چلا جاتا تھا کہ اُس کا پاؤں چلنی کے گھیرے کے ایک کنارہ پر پڑتا ہے۔ دوسرا کنارہ بلند ہو کر تڑاق سے گھٹنے پر لگتا ہی۔ گھٹنا پکڑ کر اور مُنہ بنا کر بیٹھ جاتا ہی۔ اور بیوی کیطرف مُنہ کر کے چلاتا ہے)

اُف! لوگو یہ چلنی یہاں کیوں پڑی ہی۔ اُف! اُلو کے پٹھو! (دوزخی کے بچّو)

زیبا خانم – (تعجب)۔ من چہ خبر دارم چہ میدانم غلبیر اینجا چہ میکند۔ ہر وقت اینجا میائی (می آئی) فحش وجنگ برائے ما میاوری (می آوری) نیم تنہ را دیگرے بپوشد فحشش را ما بشنویم۔

وزیر – فراش!

(حیدر فراش از دہلیز بہ اُطاق آمدہ دست بسینہ سر فرو میکند۔ زیبا خانم رویش را پوشانیدہ میرود بگوشۂ اُطاق)

وزیر – (خشمناک) حیدر! این غلبیر میان اُطاق چہ میکند؟

حیدر فراش – آقا! دم صبح اُطاق را جارو میکردم کریم مہتر، غلبیر دست اش بود اینجا آمد۔ قدرے حرف زد۔ برگشت، رفت معلوم میشود غلبیرش را اینجا گذاشتہ رفتہ است۔

وزیر – آں مہتر مساق را صدا کن۔ (بہ تفہیم فراش پیرو بیئے مہتر) اللہ اکبر! مہتر اُطاق من چہ کار دارد؟ غلبیر توی اُطاق من چہ میکند۔ امروز از ہر طرف اوقات تلخی برائے من رُو میدہد۔ ہر وقت من این اُطاق خراب شدہ میآیم بخطر بر میگیردم۔

زیبا خانم – البتہ برائے اینکہ شعلہ خانم اینجا نیست – حالا کہ ہیچو است دیگر چرا اینجا میائی؟ ہمیشہ برو اُطاق شعلہ خانم۔

(فراش و مہتر داخل میشوند)

زیبا خانم – (تعجب سے) مجھے کیا معلوم؟ میں کیا جانوں یہ چلنی یہاں کیوں پڑی ہو۔ جب یہاں آتے ہو ہمارے لئے گالیاں اور لڑائی جھگڑا ہی لیکر آتے ہو۔ صدری تو کوئی پہنے اور گالیاں ہم سنیں۔

وزیر – فراش!

(حیدر فراش دہلیز سے کمرہ میں آتا ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھکر سر جھکا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ زیبا خانم منھ چھپا کر کمرہ کے کونہ میں چلی جاتی ہے)

وزیر – (غصہ سے) حیدر! یہ چلنی کمرہ کے بیچ میں کیا کر رہی ہے؟

حیدر فراش – حضور آج صبح سویرے میں کمرہ میں جھاڑو دے رہا تھا کہ کریم سائیس ہاتھ میں چلنی لئے ہوئے یہاں آیا۔ کچھ باتیں کیں۔ لوٹا اور چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی چلنی یہیں چھوڑ گیا۔

وزیر – دیکھوں تو۔ بلاؤ اس پاجی سائیس کو! (فراش سائیس کو بلانے جاتا ہے) اللہ اکبر! سائیس کا میرے کمرہ میں کیا کام۔ اور چلنی میرے کمرہ میں کیا کر رہی ہے؟ آج ہر طرف سے میرے لئے بدمزگی پیدا ہو رہی ہے۔ جب کبھی میں اس منحوس کمرہ میں آتا ہوں بغیر حادثہ کے نہیں جاتا۔

زیبا خانم – واقعی اس وجہ سے کہ شعلہ خانم یہاں نہیں ہے۔ اب چونکہ یہی بات ہے تو پھر تم یہاں کیوں آتے ہو؟ ہمیشہ شعلہ خانم کے کمرہ میں جایا کرو۔

(فراش اور سائیس داخل ہوتے ہیں)

وزیر۔ (بالکمال تغیر) - پسرہ کریم! تو در اطاق
من چہ کار داری؟ جائے تو طویلہ است۔
بچہ جرأت باطاق من پا میگذاری؟
پدر سوختہ!
مہتر۔ آقا من یک دقیقہ آمدہ بودم از حیدر
بپرسم شما امروز سواری میشوید۔ پرسیدم
زود ہم بیروں رفتم۔
وزیر۔ پس این غلبیر را چرا اینجا انداختہ رفتہ؟
مہتر۔ کلبیز دستم بود۔ واسہ اسپہا
جو گلبیز می کردم بدہم۔ فراموشم شد۔
اینجا ماندہ است۔
وزیر۔ باز چرا نیامدی ببری؟
مہتر۔ ہیچ عقلم نرسید کہ اینجا ماندہ است۔ از آنوقت
تا حال ہم پئے غلبیر میگشتم۔
وزیر (بمہتر و بعد بفراش)، تو عقلت کجا بود؟ پدر سوختہ!
حیدر! آقا بشیر ناظر را صدا کن۔ الآن بیاید اینجا۔
چوب فلک را ہم با خودت بیاورد۔ سہ نفر فراش ہم
از بیروں بگو بیایند اینجا۔
(فراش بیرون)
مہتر۔ (بنای کند بلرزیدن و گریہ کناں
میگوید)۔ آقا مرا تصدق بفرمائید
سر خاں۔
وزیر۔ (بغیظ بلاکلام)۔ نفست بگیر۔ پدر سگ!

وزیر۔ (پوری طرح تیور بدلکر) - کیوں بے اونڈے کریم!
میرے کمرہ میں تیرا کیا کام ہے؟ تیری جگہ تو اصطبل ہے۔
تجھکو میرے کمرہ میں قدم رکھنے کی کیونکر جرأت ہوئی؟
دوزخی کے بچے!
سائیس۔ حضور میں صرف ذراسی دیر کیلئے آیا تھا کہ
حیدر سے پوچھوں کہ آپ آج سوار ہونگے (یا نہیں)؟ پوچھا
اور فوراً باہر چلا گیا۔
وزیر۔ تو پھر یہ چلنی یہاں کیوں ڈال گیا؟
سائیس۔ چلنی میرے ہاتھ میں تھی تاکہ جو چھانکر گھوڑوں کو
دوں۔ (گھوڑوں کے واسطے جو چھانکر انکو دوں) میں
بھول گیا وہ یہاں رہ گئی۔
وزیر۔ پھر کیوں آپ آکر نہیں لیگیا؟ (وہ پھر نہیں آیا تاکہ لیجائے)
سائیس۔ یہ بات میرے ذہن ہی میں نہیں آئی کہ چلنی
یہاں رہ گئی ہے۔ اُسوقت سے ابتک چلنی کیلئے مارا مارا پھر رہا ہوں
وزیر۔ (پہلے سائیس سے بعد ازاں فراش سے)۔ تو حرامزادے
تیری عقل کہاں گئی تھی؟ حیدر! آقا بشیر ناظر کو آواز دے
کہ فوراً یہاں آئے ڈنڈا اور ٹکٹکی بھی اپنے ساتھ لائے تین
اور فراشوں کو بھی کہدے کہ یہاں آئیں۔
(فراش چلا گیا)
سائیس۔ (کانپنے لگتا ہے اور روکر کہتا ہے)۔ حضور
مجھکو تصدق کردیجئے خاں کے سر
کا واسطہ۔
وزیر۔ (غصہ سے دھیمی آواز میں)۔ خاموش! کتے کے بچے!

مهتر ۔ (شیون کن) ۔ آقا آقا بانت شوم ۔ غلط کردم ۔ گہ خوردم ۔ مرا بقبر پدرت بہ بخش ۔ غلط کردہ ام ۔ با پدرم با مادرم دیگر ہرگز اینجا پا نمیگذارم ۔

وزیر ۔ خفہ شو ۔ تخم خر!

(دریں اثنا آقا بشیر ناظر ۔ حیدر فراش یکدستہ چوب زیر بغلش گرفتہ با فلک و سہ نفر فراش دیگر داخل میشوند ۔ تعظیم میآورند)

وزیر ۔ (بفراشان) بیایند از یہ ناظر را پاہاش را فلک کنید ۔

(فراشہا ناظر را انداختہ ۔ فلک را حاضر کردہ پاہاش را فلک میکنند ۔ دو نفر فلکہ میگیرند ۔ دو نفر چوب بر میدارند)

وزیر ۔ بزنید!

(فراشہا میزنند)

ناظر ۔ اے آقا جان ۔ دور سرت بگردم تقصیر من چہ چیز است مرا میزنند؟

وزیر ۔ (باغیظ اشارہ کردہ) این غلبیر تو می اطاق من چہ میکند؟

ناظر ۔ چہ غلبیر آقا؟

وزیر ۔ چوب کہ خوردی می فہمی چہ غلبیر ۔

سائیس ۔ (فریاد کرکے) میں حضور پر صدقہ ہو جاؤں ۔ مجھسے غلطی ہوئی ۔ میں نے گو کھایا ۔ مجھے اپنے باپ کی قبر کا صدقہ چھوڑ دیجیے (حضور کو اپنے باپ کی قبر کا واسطہ مجکو چھوڑ دیجئے معاف کیجئے) مجھسے قصور ہوا ۔ میرے باپ سے ہوا ۔ میری ماں سے ہوا ۔ میں یہاں پھر کبھی قدم نہ رکھونگا ۔

وزیر ۔ خاموش (حرامی) گدھے کے بچے ۔

(اسی اثنا میں آقا بشیر ناظر ۔ حیدر فراش لکڑیوں کا گٹھا بغل میں دبائے ۔ معہ ٹکٹکی و تین دیگر فراشوں کے داخل ہوتے ہیں اور جھک کر آداب بجا لاتے ہیں)

وزیر ۔ (فراشوں سے) ۔ پٹک دو ناظر کو اور اسکے پاؤں ٹکٹکی سے باندھ دو ۔

(فراش ناظر کو گرا کر ٹکٹکی لا کر اُسکے پاؤں باندھ دیتے ہیں ۔ دو آدمی ٹکٹکی تھامتے ہیں اور دو آدمی ڈنڈے اٹھاتے ہیں)

وزیر ۔ لگے!

(فراش مارتے ہیں)

ناظر ۔ حضور ۔ آپکے سر کے قربان جاؤں ۔ میری کیا خطا ہے جو مجھکو پیٹتے ہیں؟

وزیر ۔ (غصے سے اشارہ کرکے) ۔ یہ چلنی میرے کمرہ میں پڑی ہوئی کیا کرتی ہے؟

ناظر ۔ کیسی چلنی حضور؟

وزیر ۔ جب ڈنڈے پڑینگے تو معلوم ہوگا (سمجھیگا) کہ کیسی چلنی ۔

(فراشہا میزنند)

ناظر۔ اے اماں! اے داد! اے دور سرت گردم، آقا، آخر تقصیر من چیست؟ اے قربانت شوم تقصیرم را بفرمائید۔ بعد بخواہید، بکشید، مختارید۔

وزیر۔ (بفراشاں)۔ وا ایستید! آقا بشیر تقصیر این است تکلیف نوکرانِ درِ خانہ را بآنہا حالی نکردہ۔ ہر کہ این در خانہ خدمت میکند اختیارش باتست۔ بایست جائے ہر کس و کار ہر کدام آنہا را خودت بگوئی۔ حالیش بکنی و بفہمانی۔ مہتر جز طویلہ نباید جائے پا بگذارد۔ غربیل نباید ہرگز اطاق من بیفتد۔ امروز کریم مہتر غلبیر را دست گرفتہ اطاقِ من آمدہ غلبیرش را اینجا گذاشتہ رفتہ است۔ غفلتاً گوشۂ کمانش را پا گذاردم گوشۂ دیگرش بلند شدہ چنان بزانوم خوردہ کہ حالا ہم از دردِ آن نمیتوانم پایم را حرکت بدہم۔ من در یک ولایتِ بزرگ وزارت کردہ امورش را راہ می برم۔ تو خر، یک خانہ و نوکرہائے خانہ را نمی توانی راہ ببری؟

ناظر۔ آقا خدا عقل و فراستِ ترا بزرگ آفریدہ است من از کجا میتوانم مثل شما بشوم۔

وزیر۔ (بفراشہا) بزنید۔

ناظر۔ آقا قربانِ سرت! این دفعہ مرا تصدق بفرما

(فراش پیٹتے ہیں)

ناظر۔ اے حضور معاف فرمائیے! دُہائی ہے دُہائی!! حضور آپکے سر کے تصدق ہو جاؤں آخر میرا قصور کیا ہے؟ آپکے قربان جاؤں پہلے میرا قصور تو بتا دیجئے۔ پھر حضور کو اختیار ہے چاہے جان سے مار ڈالیئے۔

وزیر۔ (فراشوں سے) ہٹجاؤ! آقا بشیر تیری خطا یہ ہے گھر کے تمام ملازموں کی نوکری تو نے انکو نہیں بتائی جو شخص اس ڈیوڑھی پہ ملازم ہو اسکا اختیار تجھکو ہے۔ تجھکو لازم ہے کہ ہر شخص کی جگہ اور اسکا کام اسکو خود تو بتائے اسکو اطلاع دے اور سمجھائے۔ سائیس کو اصطبل سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ چھلنی میرے کمرہ میں ہرگز نہ پڑی رہنی چاہیے۔ آج کریم سائیس چھلنی ہاتھ میں لئے ہوئے میرے کمرہ میں آیا اور چھلنی یہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ بھولکے سے میرا پاؤں اسکے حلقہ کے ایک کونہ پر پڑا۔ حلقہ کا دوسرا کونہ اچھلکر میرے گھٹنے میں ایسا لگا کہ اسکے درد سے میں اپنے پاؤں کو ابھی تک نہیں ہلا سکتا۔ میں ایک بڑے ملک کی وزارت کرکے اسکے معاملات کو انجام دیتا ہوں۔ تو ایسا گدھا بیوقوف ہے کہ ایک گھر اور اسکے نوکروں کا انتظام نہیں کرسکتا؟

ناظر۔ حضور خدا نے آپکی عقل و شعور کو بڑا پیدا کیا ہے میں حضور کی مانند کیونکر ہو سکتا ہوں؟

وزیر۔ (فراشوں سے) پیٹو!

ناظر۔ حضور آپکے قربان ہو جاؤں! اس مرتبہ تو مجھکو

دیگر ہرگز ہیچ عمل نخواہد شد۔

وزیر۔ بسیار خوب! حالا کہ شرط کردہ اید بس است۔ آقا بشیر ایں دفعہ را بخشیدمت۔ اگر من بعد دوبارہ اطاقِ من غلبیر دیدہ شود خودت را کشتہ بدان ہا۔

ناظر۔ (پاشدہ) بلے۔ خاطرت جمع باشد۔

وزیر۔ دہ بروید۔

مہتر۔ (آہستہ) خدایا شکر۔

(پیش از ہمہ غلبیر را بردشتہ میبرد بسائرین نیز پشت سرِ او میروند)

(پردہ می افتد)

صدقہ کرکے چھوڑ دیجیے (معاف کر دیجیے)۔ پھر مجھسے ایسی حرکت کبھی نہ ہوگی۔

وزیر۔ بہت اچھا۔ آپ لنے چونکہ وعدہ کرلیا ہی چھوڑ دو کافی ہی۔ آقا بشیر اس دفعہ تو میں نے تجکو چھوڑ دیا اگر آجکے بعد پھر کبھی میرے کمرہ میں چلنی دیکھی گئی تو خود کو مردہ سمجھنا۔ سُنا!

ناظر۔ (کھڑے ہوکر) ہاں۔ حضور خاطر جمع رکھیں۔

وزیر۔ جاؤ دور ہو۔

سائیس۔ (آہستہ) خدایا شکر ہی تیرا۔

(سب سے پہلے چلنی اُٹھا کر لیجاتا ہی باقی سب اُسکے پیچھے پیچھے جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

خلاصہ مجلس دوم

شعلہ خانم کے کمرہ میں تیمور آقا اور نسا خانم دونوں وزیر کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ وزیر چاہتا ہے کہ دولت و عزت کی لالچ میں نسا خانم کی شادی خان لنکران سے کر دے۔ نسا خانم تیمور آقا کی نامزد ہو اور دونوں میں محبت ہے۔ تیمور آقا چاہتا ہو کہ وزیر سے نسا خانم کیساتھ اپنی محبت کا حال بیان کر دے یا کسی سے کہلا دے مگر نسا خانم منع کرتی ہو۔ کیونکہ خان اپنے بھتیجے تیمور آقا سے بغض رکھتا ہو اور اور کسی نہ کسی بہانہ سے اسکو قتل کرا دینا چاہتا ہو۔ وزیر بھی اسلیے ناراض ہو کہ تیمور آقا نے میرزا سلیم کو اپنا میر منشی بنا لیا ہو جو سابق وزیر کا بیٹا ہے۔ نسا خانم اور تیمور آقا دونوں ملکر شعلہ خانم سے باتیں کرتے جاتے ہیں جو اس وقت اپنی والدہ کے کمرہ میں ہے۔ اُنکے بعد زیبا خانم بک بک کرتی ہوئی شعلہ خانم کے کمرہ میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن کسی کو وہاں نہ پاکر واپس جانا چاہتی ہو۔ اسی اثنا میں تیمور آقا اور شعلہ خانم باتیں کرتے آتے ہیں۔ زیبا خانم جسکو نکلجانیکا موقعہ نہیں ملتا گھبرا کر پردہ کے پیچھے چھپ جاتی ہو۔ تیمور آقا اور شعلہ خانم کمرہ میں آکر باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ نسا خانم جو دیکھ بھال کر رہی تھی دروازے سے سر نکالکر وزیر کے آنیکی خبر دیتی ہو۔ شعلہ خانم اور تیمور آقا گھبرا جاتے ہیں۔ نکلجانیکا موقعہ نہیں ملتا۔ اسلیے تیمور آقا مجبور ہوکر اُسی پردہ کے پیچھے چھپ جاتا ہے جہاں زیبا خانم پوشیدہ تھی۔ وزیر صاحب لنگڑاتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور دونوں میاں بیوی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ شعلہ خانم لنگڑا کر چلنے کی وجہ دریافت کرتی ہو۔ وزیر ایک جھوٹا قصہ بنا کر کہتا ہو کہ آج وہ خان کے دربار میں معہ دیگر اُمرا و رؤسا کے بیٹھا تھا۔ تیمور آقا کے زور و قوت کی تعریف ہو رہی تھی جسکی تائید خود خان بھی کرتا تھا مگر اُسنے (وزیر نے) اختلاف کیا اور کہا کہ عید الفطر کے روز جن لوگوں کو تیمور آقا نے پچھاڑا تھا وہ محض بچے تھے۔ وہ اگر چاہے تو اب پچاس سال کی عمر میں بھی تیمور آقا سے کشتی لڑ سکتا ہو۔ یہ بات سُنکر خان نے حکم دیا کہ وہ تیمور آقا سے ابھی کشتی لڑیں۔ چنانچہ اُنھوں نے مجبوراً کشتی لڑی اور تیمور آقا

کو اس بری طرح زمین پر پٹکا کہ بیچارے کو آدھ گھنٹہ تک ہوش نہ آیا اور فراش لوگ ہاتھوں پر اٹھا کر اسکو
گھر لیگئے۔ زور کیوجہ سے کمر میں ضرب آگئی ہو اور سیدھا نہیں چلا جاتا ہے قصہ سنکر تیمور آقا ضبط نہ کر سکا
اور بے تحاشا ہنس پڑا۔ اس ہنسی کو سنکر وزیر گھبرایا اور پردہ اٹھا کر دیکھا تو پیچھے تیمور آقا اور زیبا خانم
نظر آئے۔ تیمور آقا شرمندہ ہو کر سر نیچا کرکے جانے لگا مگر وزیر نے مزاحمت کی۔ جب تیمور آقا مجبور ہوا تو اسنے
وزیر کے پاؤں اور گردن میں ہاتھ ڈالکر گٹھری کیطرح کمرہ کے بیچ میں پھینکدیا۔ اور خود گھر سے باہر نکلگیا۔
اب ایک عجیب عجیب منظر پیش ہوا۔ زیبا خانم نے من وعن تمام قصہ سنا دیا۔ اور کہا کہ وہ نکلکر کہنا چاہتی تھی
مگر تیمور آقا نے دھمکایا کہ اگر ذرا اُف بھی کی تو خنجر بھونکدونگا۔ شعلہ خانم نے بیان کیا کہ اگر تیمور آقا
اسکے پاس آیا ہوتا تو زیبا خانم کیسا تھ کیوں پکڑا جاتا۔ اسنے عذر پیش کیا کہ وہ حمام کرنے گئی تھی۔
اسکے پیچھے زیبا خانم نے اپنے یار کو بلایا اور اسکا کمرہ خالی دیکھکر اسمیں لے گھسی۔ کہ اتفاق سے وہ خود
بے اطلاع واپس آگئی اور دونوں کو کمرہ سے بھاگنے کا موقعہ نہ ملا۔ اسلئے وہ دونوں پردہ کے پیچھے
چھپگئے۔ وزیر بیچارہ سخت حیران تھا کہ اصل معاملہ کیا ہو مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر وہی نتیجہ ہوا کہ
طویلہ کی بلا بندر کے سر۔ یعنی زیبا خانم پر غصہ اُتارا خواجہ مسعود پر ناراض ہوا اور خان سے تیمور آقا
کی شکایت کرنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

مجلس دُوم

(واقع میشود در اطاقِ شعله خانم)

تیمور آقا۔ (با نسا خانم روبرو ایستاده اند) بگو ببینم چه باید کرد۔ وزیر چه خیالے است اوفتاده است؟ مگر من مرده ام که او بتواند ترا بدیگرے بدہد۔ منظورش از قرابتِ خان چه چیز است؟

نسا خانم۔ اگر خودت منظور او را نمیدانی؟ منظورش اختیار، عزت، حرمت،

تیمور آقا۔ مگر اختیار و عزتے که حالا خان باو داده است کفایتش نمیکند؟

نسا خانم۔ کفایت هم بکند۔ بے اعتبار است۔ میخواهد بسببِ قرابت عزت و اختیارش پایدار شود۔

تیمور آقا۔ عجب احمق است۔ گویا کارے که خان بانزدیکانش میکند پیش چشم خود نمی بیند۔ بارے بهر صورت بایست چاره کار را جست۔ بے جهت نگذاشتی تا حال من با او اطلاع بدهم۔ فردا می خواهم آدم بفرستم پیشش خبر کنم از این نیت بیفتد والا خیرش را نمی بیند۔

نسا خانم۔ اے امان آقا جان! از این خیال

دوسرا ایکٹ

(یہ واقعہ شعلہ خانم کے کمرہ میں ہوتا ہے)

تیمور آقا۔ (جو نسا خانم کے روبرو کھڑا ہے) اچھا کہو! دیکھوں اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ وزیر کس خیال میں پڑا ہوا ہے؟ کیا میں مر گیا ہوں جو وہ تمھیں کسی دوسرے کو دیتا ہے۔ خان سے رشتہ داری پیدا کرنے میں اُسنے کیا فائدہ سوچا ہے؟

نسا خانم۔ کیا تم اُسکا مطلب نہیں جانتے؟ اسکا مطلب ہے اختیار، عزت، حرمت۔

تیمور آقا۔ شاید وہ حکومت اور عزت جو حاکم نے اسکو اسوقت دے رکھی ہے اُسکے لئے کافی نہیں ہے؟

نسا خانم۔ کافی تو ہے مگر اُسکا کچھ اعتبار نہیں۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ بذریعہ رشتہ داری وہ عزت و اختیار پائدار ہو جائے۔

تیمور آقا۔ عجب احمق آدمی ہے۔ کوئی پوچھے کہ جو سلوک کہ خان اپنے رشتہ داروں سے کرتا ہے کیا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتا۔ بہرحال ہمکو کسی طرح سے کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ ابتک تمنے مجھکو اپنا حال اسپر ظاہر کرنے سے فضول روکا۔ کل میں چاہتا ہوں کہ اسکے پاس آدمی بھیجوں اور کہدوں کہ وہ اپنے اس فضول ارادہ کو چھوڑ دے ورنہ اُسمیں کوئی فائدہ نہوگا۔

نسا خانم۔ اے پناہ بخدا! میری جان آقا یہ خیال

بیفت که هرگز این عمل را نمی توان بوزیر گفت
برای اینکه خیلے وقت است میگوید خان
همیشه برای کشتن تیمور آقا پے بهانہ میگردد
و من خبر دارم که مکرر دریں خصوص با وزیر
شور کرده است۔ اگر وزیر محبت میانہ مارا
بفهمد برای خیر و مصلحت خودش
چاں ساعت میرود بخاں۔ خبر میکند که
تو بنامزد او چشم دوختہ خصوصاً که خود وزیرہم
خیلے از شما رنجیده است۔

تیمور آقا۔ ضبط ولایت و خانی پدرم کفافش
نمیکند؟ بقصد کشتنم هم میافتد۔ خیال خام
کرده است۔

نسا خانم۔ البته شمارا مخل کار خود میداند۔
احتیاط میکند وقتے مملکت پدرت را ادعا نکنی
من خیلے شنیده ام۔ بروے مردم در ماندہ بشما
احترام میگذارد۔ اگر فرصت کند دیگر روز ترا زنده
نخواهد گذاشت۔

تیمور آقا۔ هرگز هیچ خاں تنها نمیتوانند مرا بکشند
اکثر مردم و همه بزرگاں بخاطر خوبیهای
پدرم، اخلاص قلبی بمن دارند۔ من مرغ
نیستم گوشتم را بخورند۔ خوب!
ایں را بگو که من بوزیر چه کرده ام
از من برنجد؟

چھوڑ دو۔ ہرگز یہ بات وزیر سے نہیں کہی جا سکتی۔
اسلیے کہ وہ بہت مدت سے کہا کرتا ہو کہ خان تیمور آقا
کو قتل کرنیکے لیے ہمیشہ بہانہ ڈھونڈھتا رہتا ہو۔ اور مجھے
معلوم ہو کہ اس مقصد کیلیے (خاں) کئی بار وزیر سے
مشورہ کر چکا ہو۔ اگر وزیر کو میری اور تمھاری محبت کا
حال معلوم ہو گیا تو اپنی بھلائی اور مصلحت دیکھ کر
وہ خود فوراً خاں کے پاس جائیگا اور خبر کر دیگا کہ تمنے
اسکی (خان کی) منگیتر پر ڈورے ڈال رکھے ہیں خصوصاً اسی حالت
میں کہ خود وزیر بھی تمسے بیحد رنجیدہ ہو۔

تیمور آقا۔ کیا میرے باپ کا ملک اور حکومت ضبط کر لینا
بھی اُسکے لئے کافی نہیں ہو کہ میرے قتل پر بھی کمر باندھ
رکھی ہو۔ یہ اسکی خام خیالی (بیہودگی) ہو

نسا خانم۔ ہاں وہ تمکو اپنے کام میں حارج سمجھتا ہے۔
اُسکو خیال ہو کہ کہیں تم کسی دن اپنے باپ کے ملک کا دعوی
نہ کر بیٹھو۔ میں نے یہ بات اکثر سنی ہی۔ لوگوں کے سامنے
مجبور ہو کر وہ تمھارا لحاظ کرتا ہو ورنہ کسی روز موقعہ
ہاتھ آجائے تو تمکو ہرگز زندہ نہ چھوڑیگا۔

تیمور آقا۔ اجی ایسے ایسے خانوں کی کیا مجال جو مجھکو
قتل کر سکیں۔ میرے باپ کی خوبیوں کی وجہ سے
اکثر رعایا اور تمام شرفا مجھسے دلی محبت رکھتے ہیں میں
ایسا چوزہ نہیں ہوں جو کوئی میرا گوشت چٹ کر جائے
ابھی کہی! یہ تو بتاؤ کہ میں نے وزیر کا کیا بگاڑا ہے۔
جو وہ مجھسے ناراض ہو؟

نسا خانم۔ شاکہ میرزا سلیم پسرِ وزیر قدیمی
را پیشِ خود آوردہ میرزائے کش کردہٗ،
وزیر ہمچو می فہمد اگر اختیارے دست شما
بیفتد بحرف میرزا سلیم ہم پیش اُفتادہ
جائے پدرش را خواہد گرفت۔ وحالا خیالش اینست
بخان بگوید از ین ولایت بیرونش کنند۔
تیمور آقا۔ بحرفِ او نیست میرزائے مرا
بیرون کند۔ نکِ پدرم کور شد کند
در حق من اینطور بد خیال شدہ است
انشاء اللہ ہمہ تدابیر او را بہم زدہ
بمطلب خود میرسم۔ اما شا ہم راست میگوئید
وزیر نباید ہنوز میل ما را بفہمد۔ شعلہ خانم
کجا ست۔ پارہ حرف ہا داشتم
بگویمش؟
نسا خانم۔ اطاق مادرم است۔
تیمور آقا۔ نمی شود بردی۔ صداش کنی
اینجا؟
نسا خانم۔ مادرم خانہ نیست۔ ہر دو
برویم آنجا۔
تیمور آقا۔ خوب برویم آنجا (ہر دو میروند بعد)
زیبا خانم۔ (داخل اطاق شدہ) اسے لکاتہ!
آخر کار ترا بجائے رساندہ کہ کنیز مرا
فحش بدہی بسر من بفرستی۔ وزیر ترا

نسا خانم۔ تمنے قدیم وزیر کے بیٹے میرزا سلیم کو بلا کر
جو اُسکو اپنا میر منشی بنا لیا ہے اسوجہ سے وزیر کو خیال
گذرتا ہے کہ اگر ملک کی حکومت تمھارے ہاتھ آ گئی تو
میرزا سلیم بغیر کچھ کہے سنے اپنے باپ کی جگہ لے لیگا۔ اور
اب اُسکا یہ ارادہ ہے کہ خان سے کہے کہ اُسکو ملک بدر
کر دیا جائے۔
تیمور آقا۔ اُسکے کہنے سے میرے میر منشی کو نہیں نکالا
جا سکتا۔ خدا کرے میرے باپ کا ٹک پھوٹ پھوٹ کر نکلے
(اُسکو اندھا کرے) جو وہ میری بابت ایسے خراب خیال
رکھتا ہے۔ اگر خدا نے چاہا ہم اُسکے تمام منصوبے خاک میں ملا کر
اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے۔ لیکن تم بھی سچ کہتی ہے
کہ ابھی وزیر کو ہماری محبت کا حال معلوم نہ ہونا چاہیئے۔
شعلہ خانم کہاں ہیں؟ میں اُس سے چند باتیں کہنا
چاہتا ہوں۔
نسا خانم۔ میری ماں کے کمرہ میں ہے۔
تیمور آقا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم جاؤ اور اُنکو یہاں
بلا لاؤ؟
نسا خانم۔ میری والدہ گھر میں نہیں ہیں آؤ ہم دونوں
وہیں چلیں۔
تیمور آقا۔ اچھا تو وہیں چلو۔ (دونوں جاتے ہیں اُسکے بعد)
زیبا خانم۔ (کمرہ میں داخل ہو کر) کیوں بالزادی!
آخر تیری حرکتوں کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تو میری
کنیز کو گالیاں دیکر میرے پیچھے لگا دیتی ہے۔ وزیر نے تیرے

اینجو ہار کردہ است - (می بیند اطاق کسے نیست
ایں طرف آن طرف نگاہ کردہ) اخ! ایں قحبہ
باز بہ بینی کجا - فتنہ است - خانہ وزیر خراب بشود
کہ آخر مرا بایں روزہا انداخت (می خواہد
برگردد - صدائے مرد شنیدہ تکان خوردہ می نشیند)
اے وائے - صدائے مرد بیگانہ میآید - اے وائے
حالا از در داخل خواہد شد - چکنم؟ نمی توانم
بیرون بروم - اے وائے - چہ خاک بسرم
بریزم (ایں طرف آں طرف می گردد میرود
پشت پردہ پنہاں میشود - بعد تیمور آقا و شعلہ خانم
داخل میشوند)
تیمور آقا - ادرست چہ زود برگشت از حمام -
نگذشت اطاق او حرف بزنیم - اینجا مناسب
نبود - حرف خیلے داشتم - می شود کہ وزیر باید
اینجا -
شعلہ خانم - خاطرت جمع باشد - وزیر نمیتواند امروز
اینجا بیاید -
تیمور آقا - چرا نمیتواند؟
شعلہ خانم - برائے آنکہ امروز نوبۂ اطاق
زیبا خانم است - از ترس شلاق و شلوغ کوئی کرئی
او ہرگز جرأت نخواہد کرد اینجا بیاید -
تیمور آقا - ایں حرف حسابی است اما تنہا بہ احتمال
ایں حرف خاطر جمع نمیتواں شد باید احتیاط را از دست نداد -

دماغ یہاں تک خراب کردیا ہی - (دیکھتی ہی کہ کمرہ میں
کوئی نہیں ہی - ادھر ادھر نگاہ دوڑاکر) اوہ! دیکھو تو یہ
قحبہ پھر کہیں آ گئی ہی - خدا اس وزیر کا گھر برباد کرے جسنے
مجھے اس حالت (ان برے دنوں) کو پہونچایا (واپس جانا
چاہتی ہی - مرد کی آواز سنکر سہم جاتی ہی اور بیٹھ جاتی ہی)
اوئی (میری کمبختی ہو) کسی غیر آدمی کی آواز آتی ہے -
اوئی کیسی مصیبت ہے) اب دروازہ سے اندر آجائے گا
کیا کروں؟ باہر تو میں جا نہیں سکتی - اوئی - (ہائے
کس بلا میں پھنسی) اپنے سر پر کیا خاک ڈالوں؟
(ادھر ادھر پھرتی ہی اور پردہ کے پیچھے جاکر چھپ جاتی
ہی - بعد ازاں تیمور آقا اور شعلہ خانم داخل ہوتے ہیں)
تیمور آقا - بھائی آں حمام سے کسقدر جلد واپس آگئیں
اتنا وقت ہی نہ ملا کہ انکے کمرہ میں بیٹھکر ہم بات چیت کرتے
یہاں مناسب نہ تھا - بہت کچھ کہنا تھا - ممکن ہی وزیر
یہاں آجائے -
شعلہ خانم - تم اطمینان رکھو - آج وزیر یہاں نہیں
آسکتا -
تیمور آقا - کیوں نہیں آسکتا؟
شعلہ خانم - اسلیے کہ آج زیبا خانم کے کمرہ کی باری ہی -
اسکے بڑبڑانے اور لعن طعن کرنیکے خوف سے وہ یہاں آنیکی
بالکل جرأت نہیں کرسکتا -
تیمور آقا - یہ بات تو ٹھیک ہی لیکن محض اسی بات پر
اطمینان نہیں ہوسکتا پھر بھی احتیاط کو چھوڑنا نہیں چاہیے

بلکه یکبار سر زده داخل شد۔

شعله خانم۔ آسوده باشید به نسا خانم گفته ام تو ہی دالان بنشیند اگر وزیر پیدا شد بیاید زود مارا خبر کند۔ مگر میترسی؟

تیمور آقا۔ نه۔ من چرا میترسم؟ از که بترسم۔ من از آن آدم ها نیستم از کسے بترسم۔ اما بچندین جهت نمی خواہم وزیر مرا اینجا به بیند۔ برود بخان خبر بدہد۔ اول بعضی فکرہا دارم باید آنہارا اہتمام بکنم۔

شعله خانم۔ البته باید وزیر این کارہا را نفهمد۔ اگر نه بخان می گوید۔ آنوقت دیگر "خر بیار باقلی بار کن"۔ (درین حال نسا خانم سرش را تو کرده) اے امان! وزیر آمد۔

شعله خانم۔ (مضطرب شده دم در رفته نگاه می کند)۔ اے امان! وزیر یکراست بسمت این اطاق می آید۔ اما تیمور آقا دیگر نه پاے رفتن داری و نه جاے ماندن۔

تیمور آقا۔ پس تکلیف چیست؟ چه باید کرد؟ بلکه اینجا بودن مرا کسے باو گفته باشد۔ بخدا ہر کس اینجا آمدن مرا باو گفته باشد باین خنجر شکمش را سفره مثل میکنم۔ (دست به خنجرش میبرد)

بلکہ ایک مرتبہ تو وزیر یہاں دفعتاً سر اٹھائے گھس آیا تھا۔

شعلہ خانم۔ تم اطمینان رکھو۔ میں نے نسا خانم سے کہدیا ہے کہ دالان میں بیٹھے۔ اگر وزیر آجائے تو جلد ہمکو خبر کردے۔ کیا تم ڈرتے ہو؟

تیمور آقا۔ نہیں! میں کیوں ڈروں؟ کس سے ڈروں؟ میں اُن آدمیوں میں سے نہیں ہوں جو کسی سے ڈروں۔ لیکن بعض وجوہ سے میں نہیں چاہتا کہ وزیر مجکو یہاں دیکھے اور جاکر خاں سے کہدے۔ مجکو بعض فکریں ہیں پہلے اُنکو رفع کرنا لازم ہے۔

شعلہ خانم۔ بیشک ایسا نہ ہونا چاہیے کہ وزیر ان باتوں کو سمجھ جائے ورنہ وہ خاں سے جاکر کہدیگا کسی اور وقت گدھا لاؤ اور باقلہ لادیجاؤ۔ (کوئی اور مناسب موقع دیکھکر اپنا کام کرلو اور لوگوں کو بیوقوف بناؤ) (اسی اثناء میں نسا خانم نے اپنا سر کمرہ کے اندر ڈالکر کہا) اوئی پناہ! وزیر آگیا۔

شعلہ خانم۔ (پریشان ہوکر دروازہ پر جاتی ہے اور جھانک کر دیکھتی ہے)۔ اوئی پناہ! وزیر سیدھا ہمارے کمرہ کے دروازہ کیطرف چلا آرہا ہے۔ لیکن تیمور آقا تمھارے لئے اب بڑی مشکل ہوئی۔ نہ تو تم جا سکتے ہو اور نہ ٹھہر سکتے ہو۔

تیمور آقا۔ پھر اب کیا کیا جائے؟ کیا تدبیر ہو؟ غالباً کسی نے میرا یہاں ہونا اُسکو بتادیا ہے۔ خدا کی قسم جس شخص نے میرا یہاں آنا اُسکو بتایا ہوگا میں اس خنجر سے اُسکا پیٹ کتے کا راتب بنادونگا۔ (خنجر پر ہاتھ ڈالتا ہے)

همچو اتفاق افتاد؟

شعله خانم - خوب - پس بیچاره همانجا سر زمین ماند - تو پاشدی آمدی، حضرت را ایمن نشان بدهی؟

وزیر - خیر - فراشها کول گرفتند - بردند پیش مادرش -

(از این حرفها تیمور آقا نمیتواند از خنده خودداری کند - پق میخندد - وزیر زود پا شده میرود پرده را بلند کرده، زیبا خانم تیمور آقا را پشت پرده دیده، ماتش میبرد - شعله خانم هم از دیدن زیبا خانم متحیر میماند)

وزیر - سبحان الله این چه دیگر اوضاعیست؟

(رویش را به تیمور آقا کرده فریاد میزند) آقا شما اینجا چه میکنید؟

(تیمور آقا سرش را پائین انداخته - باز)

آخر بگو، ببینم شما کجا؟ اینجا کجا؟ اینجا چه میکردی؟ کارت چه بود؟

(تیمور آقا جواب نمیدهد - از پشت پرده بیرون آمده سرش را پائین انداخته میخواهد برود)

وزیر - (بازویش را گرفته) نمیگذارم بروی تا نگوئی اینجا چه میکردی؟ زود بگو -

تیمور آقا - (بازویش را تکان داده) ول کن -

وزیر - (سخت تر چسپیده) - محال است نمیگذارم

اب کیا فائدہ؟ اتفاق تھا ہو گیا۔

شعلہ خانم - خوب! ہاں تو وہ بیچارہ وہیں زمین پر پڑا رہا۔ تم اُٹھکر یہاں چلے آئے تاکہ اپنے اس ہنر کا حال مجھسے بیان کرو؟

وزیر - نہیں - فراشوں نے اُسکو شانہ پکڑکر اُٹھا لیا اور اُسکی ماں کے پاس لیگئے۔

(اس بات پر تیمور آقا ہنسی ضبط نہیں کرسکتا۔ ہنس پڑتا ہی۔ وزیر فوراً اُٹھکر جاتا ہے اور پردہ کو اُٹھا دیتا ہی۔ پردہ کے پیچھے زیبا خانم اور تیمور آقا کو دیکھکر حیرت سے دم بخود رہجاتا ہی۔ شعلہ خانم بھی زیبا خانم کو دیکھ کر حیران رہجاتی ہی)

وزیر - سبحان اللہ! یہ نیا معاملہ کیا ہی؟

(تیمور آقا کی طرف منہ کرکے چلاتا ہی) جناب! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

(تیمور آقا سر نیچا کر لیتا ہی - پھر وزیر کہتا ہی)

آخر کچھ تو کہیے! دیکھوں تو آپ کہاں اور یہ جگہ کہاں؟ یہاں کیا کرتے تھے؟ تمھارا کیا کام تھا؟

(تیمور آقا جواب نہیں دیتا۔ پردہ کے پیچھے سے نکلکر سر جھکائے نکلجانا چاہتا ہے)

وزیر - (اُسکا بازو پکڑکر) میں نہیں جانے دونگا جبتک کہ تو یہ نہ بتائیگا کہ یہاں کیا کر رہا تھا۔ ہاں بتا۔

تیمور آقا - (بازوؤں کو جھٹکا دیکر) چھوڑو (جانے دو)

وزیر - (اور زیادہ لپٹ کر) ناممکن ہے میں تجھے نہیں

بروی تا جوابم را ندهی۔

(تیمور آقا تنگ آمدہ، بایکدست پشت گردنش چسپیدہ، با دست دیگر پاچہ اش را گرفتہ، از زمین بلند کردہ، میاندازدش در وسط اطاق مثل پلاس پہن شدہ از درِ بیرون جستہ میرود)

وزیر۔ (بعد از لمحۂ حال آمدہ رو بہ زیبا خانم کردہ) اے لوندا! دیگر این چہ بلاست بود سرِ من آوردی؟

زیبا خانم۔ مگر من بسرت آوردم بمن چہ دخل دارد۔ اے بیچارہ از کجا خبر داری۔

وزیر۔ (خشمناک) نفست بگیر ولکاتہ! زبان بزی کمن۔ دیگر شناختم این ہمہ کارہا کارِ خودت بودہ است۔ انشاء اللہ خدمت شما میرسم۔

زیبا خانم۔ اے بیچارہ آخر بگو بہ بینم برائے چہ خدمت من میرسی۔ خلاف شرع کردم۔ فاسق گرفتم۔ خانۂ کسے رفتم۔ وزدی کردم۔ چیزی کردم۔ چہ کردم؟

وزیر۔ سلیطہ! دیگر می خواہی چہ بکنی؟ بالا تر از ینکہ با ہیچ گردن شکستہ پشتِ پردہ ذبہ بدست؟

زیبا خانم۔ اے بیچارہ۔ از زنت شعلہ خانم

جانے دونگا جبتک تو میری بات کا جواب نہ دیگا۔

(تیمور آقا تنگ آکر ایک ہاتھ گدی کے پیچھے جاتا ہی اور دوسرے ہاتھ سے وزیر کی ٹانگ پکڑ کر اسکو زمین سے اُٹھا کر کمرہ کے بیچ میں پھینکدیتا ہی جو اسیطرح عرض میں پھیل جاتا ہے جیسے کپڑوں کی گٹھری۔ پھر فوراً دروازہ کے باہر کود کر چلا جاتا ہے)

وزیر (تھوڑی دیر بعد جب حواس درست ہوئے زیبا خانم کی طرف منھ کرکے) ۔ او حرامزادی! یہ دوسری کیا مصیبت جو تو پھر لائی ہی؟

زیبا خانم۔ کیا تیرے پہ مصیبت میں لائی ہوں؟ مجھکو کیا تعلق؟ اندھے بیچے ہیں بیچارے انکو کیا خبر۔

وزیر۔ (غصہ میں) ۔ خاموش حرامزادی! زبان درازی نہ کر۔ اب میں پہچان گیا ہوں کہ یہ تمام بیہودہ کرتوت تیرے ہی ہیں۔ انشاء اللہ دیکھ تو تجھکو کیسی سزا دیتا ہوں (تیری کیسی خدمت کرتا ہوں) ۔

زیبا خانم۔ اے میاں بتاؤ تو آخر مجھکو کس بات کی سزا دو گے؟ کوئی فعل خلاف شرع کیا ہی؟ کوئی یار آشنا کر لیا ہی؟ کسی کے گھر چلی گئی ہوں؟ کوئی چوری کی ہے؟ کوئی گناہ کبیرہ کیا ہی؟ کیا کیا ہی؟

وزیر۔ بد زبان عورت! کیا اب کچھ اور کرنا چاہتی ہی؟ کیا اس سے بھی زیادہ کہ ایسی موٹی گردن والے مسٹنڈے کیا تھیں لے تجھکو پردہ کے پیچھے دیکھا ہی؟

زیبا خانم۔ اے میاں اپنی بیوی شعلہ خانم سے

بپرس کہ آدم بیگانہ توی اُطاقش چہ میکرد ؟

وزیر - اے کولی - اول تو خودت جواب مرا بدہ کہ با نامحرم پشت یک پردہ چہ میکردی ؟

زیبا خانم - بسیار خوب ! اول من میگویم بعد او بگوید - بہ بینم چہ خواہد گفت ؟

زنت شعلہ خانم کنیز مرا فحش دادہ بود - من آمدہ بودم بپرسم چرا پا باندازہ گلیمت دراز نمی کنی - کنیز من نان خور تو کہ نیست چرا فحشش میدہی ؟

آمدم دیدم نیست - می خواستم برگردم دیدم شعلہ خانم با مردے صحبت کنان از آن سر رو بطرف اُطاق میآید دست پاچہ شدم - نتوانستم بیرون بروم رفتم پشت پردہ قائم شدم - بہ بینم اینجا چہ خواہند کرد، بعد خبرت کنم - علی الخصوص کہ سر برہنہ ہم بودم نتوانستم روئے واز پیش روئے نامحرم وا ایستم اتفاقاً شما رسیدید - وقتیکہ نزدیکتر شدید آنہم چارہ ندید خواست از شما رو پنہان کند - آمد پشت پردہ قائم شد تا تو بری -

وزیر - اگر راست میگوئی چرا آنوقت بیروں نیامدی مرا خبر کنی ؟

زیبا خانم - مگر توانستم بیروں بیایم - میگفت حرف زدی خنجر را تا دستہ توی

ایک غیر آدمی اُسکے کمرہ میں کیا کر رہا تھا -

وزیر - او ہرجائی ! پہلے تو خود مجھکو جواب دے کہ پردہ کے پیچھے تو ایک غیر (نا جائز) مرد کیساتھ کیا کر رہی تھی ؟

زیبا خانم - بہت اچھا ! پہلے میں کہتی ہوں بعد میں وہ کہے - دیکھیں وہ کیا کہتی ہے - تمھاری بیوی شعلہ خانم نے میری لونڈی کو گالیاں دی تھیں - میں اُس سے یہ پوچھنے آئی تھی کہ بیوی اپنی حیثیت سے باہر کیوں ہوتی ہو (اپنی کملی کے اندازہ کے مطابق کیوں نہیں پاؤں پھیلاتی ہو) میری لونڈی تمھاری روٹی کھاتی نہیں پھر کیوں گالیاں دیتی ہو - میں نے آکر دیکھا کہ وہ یہاں نہیں ہے - چاہتی تھی کہ لوٹ جاؤں میں نے دیکھا کہ شعلہ خانم ایک آدمی سے باتیں کرتی ہوئی اُس طرف سے کمرہ کی طرف چلی آتی ہے - میں گھبرائی - باہر جا نہیں سکتی تھی اسلیے پردہ کے پیچھے جاکر کھڑی ہوگئی تاکہ دیکھوں یہ لوگ کیا کرتے ہیں اور بعد میں اُسکی اطلاع آپ کو کردوں - خاصکر چونکہ میں ننگے سر بھی تھی اسلیے بے نقاب ایک نامحرم کے سامنے ٹھہر نہ سکتی تھی - اتفاق سے آپ آگئے جب آپ قریب پہونچگئے تو اُسکو بھی کچھ اور نہ سوجھا - چاہتا تھا کہ آپ سے مُنہ چھپائے اسلیے وہ بھی آیا اور پردہ کے پیچھے کھڑا ہوگیا تاکہ آپ چلے جائیں -

وزیر - اگر تو سچ کہتی ہو تو کیوں اُسی وقت باہر نہ آئی کہ مجھسے کہدیتی ؟

زیبا خانم - میں نے تو باہر آنا چاہا مگر نہ آسکی - وہ کہتا تھا کہ تونے ذرا بات کی اور میں نے دستہ تک خنجر تیرے

دلشش فرو دمیکنم۔

وزیر (تاملے کردہ روبشعلہ خانم می کند) ۔ شعلہ راستش را بگو۔ ایں آدم پیش تو آمدہ بود؟

شعلہ خانم۔ ایں زن شما مثل طوطی ول گفتن و بیہودہ زدن، و دروغ گفتن را عادت دارد۔ من آںمرد کہ را ہرگز ندیدہ ام و نمی شناسمش۔

وزیر۔ چرا نمی شناسی؟ تیمور آقا را ندیدہ؟ خیلے خوب میشناسیش۔

شعلہ خانم۔ تیمور آقا اینجا چہ میکرد؟ مگر تیمور آقا را شما زمینش زدہ پیش مادرش نفرستادہ؟

وزیر۔ وہ! ہے فضول!! حرف مرا جواب بدہ۔ پس از ایں قرار تیمور آقا پیش تو آمدہ بود؟

شعلہ خانم۔ خیر ببخشید۔ تیمور آقا اگر پیش من میآمد مرا با او یکجا میدیدی۔ زیبا خانم میدانست من امروز حمام رفتہ ام۔ خیال کردہ است اطاق من خالی افتادہ۔ خواستہ است معشوقش را بیاورد اینجا۔ مشغول خوش گذرانی بشود۔ چونکہ امروز نوبہ اطاق او بود کہ شما تشریف ببرید۔ نتوانستہ است اطاق خود ببرد۔ اتفاقاً حمام آب نداشت۔ ما ہم بے خیال برگشتیم۔ آمدیم خانہ۔ ماکہ بیخبر رسیدہ ایم نتوانستند پیش روئے ما در بروند۔ ہر دو رفتہ اند پشت پردہ ہم عیش و نوش کردہ باشند و ہم قائم شدہ باشند

دل میں بھونکا۔

وزیر۔ (چپ ہوکر شعلہ خانم کی طرف مخاطب ہوتا ہی) شعلہ سچ سچ کہہ کیا یہ مرد تیرے پاس آیا تھا؟

شعلہ خانم۔ تمہاری یہ بیوی طوطے کیطرح فضول گوئی بک بک کرنے اور جھوٹ بولنے کی عادت رکھتی ہی۔ میں نے اس مردک کو ہرگز نہیں دیکھا۔ نہ میں اسکو پہچانتی ہوں۔

وزیر۔ کیوں نہیں جانتی؟ کیا تو نے تیمور آقا کو نہیں دیکھا؟ تو اسکو خوب جانتی ہی۔

شعلہ خانم۔ تیمور آقا کا یہاں کیا کام تھا؟ کیا تمنے اسکو زمین پر پٹک کر اسکی ماں کے پاس نہیں بھیجدیا تھا؟

وزیر۔ اوہ! فضول باتیں نہ کر میری بات کا جواب دے کیا اس بات کے بعد تیمور آقا تیرے پاس آیا تھا۔

شعلہ خانم۔ نہیں! معاف فرمائیے اگر تیمور آقا میرے پاس آیا ہوتا تو آپ ہم دونوں کو ایک جگہ دیکھتے۔ زیبا خانم جانتی تھی کہ میں حمام کرنے گئی ہوں۔ سوچا ہوگا کہ میرا کمرہ خالی پڑا ہوا ہی۔ چاہا کہ اپنے معشوق کو یہاں لائے اور مزے اُڑائے۔ چونکہ آج اسکے کمرہ کی باری تھی اور آپ ہاں تشریف لیجاتے اسلیے اپنے کمرہ میں نہ لیجا سکی۔ اتفاق کی بات حمام میں پانی نہیں تھا۔ ہم بھی بغیر کسی خیال کے لوٹ آئے۔ اور گھر پہونچے۔ چونکہ ہم بغیر اطلاع آگئے تھے اسلیے وہ ہمارے سامنے نکل کر نہ جاسکے۔ دونوں پردہ کے پیچھے چلے گئے کہ وہیں مزے اُڑائیں اور اسوقت تک چھپے رہیں کہ جب میں کہیں باہر چلی جاؤں تو وہ بھی موقعہ دیکھکر کہ

تا وقتیکہ من بیرونی جائے بروم فرصت گیر
بیارند و در روند۔ راستش این است عقلت را
بسرت جمع کن۔ بمکر این بیحیا گول مخور و بارہ من
ناحق بدگمان مباش۔
زیبا خانم۔ (فریاد کنان بشعلہ خانم) اے بدذات
اینہا چہ حرفہا ست پیش خود میسازی؟ تہمت خودت را
بسر من میگذاری۔ وائے وائے! من خود را میکشم بخدا
شعلہ خانم۔ بدذات خودتی الکاتہ ہم ہستی ۔
میخواہی خودت را بکش۔ میخواہی بگذار این حیلہ
از پہلے تو ہمہ اہل لنکران معلوم شدہ است۔ بیداد
و فریاد کردن دیگر نمیتوانی خودت را درست کار قلم بدہی
شوہرت چشم دارد۔ می بیند کار کار تست یا کار من است
زیبا خانم۔ اے امان! داد! خدایا! من خود مرا
می کشم۔ اے مرد چرا بدہن این بے حیا
نمیزنی کہ ہیچ بہتانی برائے من درست میکند۔
تو ہم ایستادہ تماشا میکنی۔
شعلہ خانم۔ اے لکاتہ بدہن من چرا بزند
اگر او مرد باشد باید ترا ریزہ ریزہ کند کہ با پسر بیگانہ
یکجا گرفتہ است۔
وزیر۔ (بہ زیبا خانم) البتہ ترا ریزہ ریزہ باید کرد۔ حالا مہلت بمن
بدہ تا خود را پیش خان برسانم۔ اول کار رفیقت را
بسازم بعد در حق خودت ہم فکرے خواہم کرد۔ تو ہمہ عمرت را
بدروغگوئی و کذابی صرف کردہ۔ من ترا می شناسم۔

باہر نکلیں اور چلے جائیں۔ سچ سچ بات تو یہ ہے۔ اپنے
حواس درست کیجیے (اپنی عقل اپنے دماغ میں جمع کیجیے) اس
بیحیا کے مکر سے دھوکا نہ کھائیے۔ اور میری طرف سے ناحق
بدگمانی نہ کیجیے۔
زیبا خانم۔ (چلا کر شعلہ خانم سے)۔ او بدذات! یہ کیا
بات بنا رہی ہے؟ اپنی بلا میرے سر لگاتی ہے۔ ہائے ہائے
میں خدا کی قسم اپنی جان دیدونگی۔
شعلہ خانم۔ بدذات تو ہوگی؟ بالزادی بھی تو ہوگی۔
اپنے آپ کو چاہے مار چاہے چھوڑ۔ تیرے یہ مکر و فریب سب
لنکران والوں کو معلوم ہیں۔ شور و غل مچا کر تو خود کو دوبارہ
نیک اور پارسا نہیں بنا سکتی۔ تمہارے خاوند کے منہ پر
آنکھیں ہیں۔ وہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ فعل تیرا ہے یا میرا۔
زیبا خانم۔ پناہ پناہ! انصاف انصاف! خدایا میں
خود کو ہلاک کر ڈالونگی۔ اے میاں اس بیحیا کا منہ کیوں
نہیں توڑ دیتے کہ مجھ پر ایسی تہمت لگاتی ہے۔ تم بھی کھڑے
تماشا دیکھتے ہو۔
شعلہ خانم۔ او آوارہ میرا منہ کیوں توڑے۔ اگر وہ مرد
ہے تو لازم ہے کہ تیرے ٹکڑے اڑا دے جس کو غیر مرد کے ساتھ
پکڑا ہے۔
وزیر۔ (زیبا خانم سے)۔ بیشک تیرے ٹکڑے اڑا دینے چاہییں
ذرا ابھی تو مجھکو خان کے پاس جانے دے پہلے تیرے یار کا
انتظام کرلوں پھر تیری بھی کچھ فکر کرونگا۔ تونے اپنی تمام عمر
جھوٹ بولنے میں گنوائی ہے میں تجھکو خوب جانتا ہوں۔

زیبا خانم ۔ (خشمناک)۔ انصافاً من دروغگویم اما ما شاءاللہ شما ہمہ راستگو ہستید۔ ہیچو کہ از حرفِ خودت کہ نقل کردی معلوم شد۔

وزیر ۔ گم شو از پیشِ چشمم ۔ لکاتہ!

(زیبا خانم از اطاق بیرون میرود)

وزیر ۔ شعلہ راستش را بگو ۔ ببینم ازیں عمل خبر داشتی یا نہ؟

شعلہ خانم ۔ بمرگِ خودت کہ من درایں خصوص ہیچ وجہ تقصیر کار نیستم (دریں حال خواجہ مسعود قہوہ را آوردہ بفنجان ریختہ از پشت سر وزیر) آقا قہوہ میل بفرمائید۔

وزیر ۔ (برگشتہ فنجان را با دست زدہ قہوہ بر سر خواجہ مسعود ریختہ) گم شو! اے پیر سوختہ خر!! در ہیچو جائے حوصلہ ام تنگ شدہ چہ جائے قہوہ خوردن است؟ من الآن میروم خدمت خان معلوم خواہد شد۔

(خواجہ مسعود عقب کشیدہ میخواہد ریختۂ قہوہ را از سر رخت خود پاک کند)

وزیر ۔ (از شدت پریشانی) ۔ زود برو اتباعش کن اسب قرمز مرا بیاوند و خنجر کمر با ہم زیں کنند بکشند بیرون زود باش۔

خواجہ مسعود ۔ بلے اے آقا چشم بسلور کہ فرمودید الآن حاضر میکنم ۔ (بعد از آن وزیر بیرون میرود)

زیبا خانم ۔ (غصہ سے)۔ بالکل ٹھیک ہے میں تو جھوٹی ہوں مگر تم ماشاءاللہ سب سچے ہو۔ جیسا کہ اُس بات سے جو تمنے خود بیاں کی تھی (یعنی تیمور آقا کو ٹپک دینے کا قصہ) معلوم ہو گیا۔

وزیر ۔ جا دور ہو میرے سامنے سے۔ ما لزادی۔

(زیبا خانم کمرہ سے باہر چلی جاتی ہے)

وزیر ۔ شعلہ سچ سچ بتا تجکو اس بات کی خبر ہے یا نہیں؟

شعلہ خانم ۔ تمھاری جان کی قسم اس معاملہ میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ (اسوقت خواجہ مسعود قہوہ لاکر پیالی میں ڈالتا اور وزیر کے پیچھے سے کہتا ہے) حضور قہوہ نوش فرمائیے۔

وزیر ۔ (منھ پھیر کر اور پیالی پہ ہاتھ مار کر خواجہ مسعود کے سر پہ قہوہ اُنڈیلتا ہے) دور ہو بڈھے گدھے! ایسے وقت میں جب کہ میری طبیعت اسقدر پریشان ہے قہوہ پینے کا کیا موقعہ ہے۔ میں ابھی خاں کے پاس جاتا ہوں وہاں معلوم ہو جائیگا۔

(خواجہ مسعود پیچھے ہٹکر اپنے کپڑوں پر سے گرا ہوا قہوہ صاف کرنا چاہتا ہے)

وزیر ۔ (بیحد گھبراہٹ میں) ۔ جلدی جا! اور حکم دے کہ میرا سرخ گھوڑا دین اور میرے سرنگ جبہ پر زیں کس دیں باہر نکال لائیں ۔ بہت جلد۔

خواجہ مسعود ۔ بہت اچھا حضور! بسر و چشم مسطرح حضور نے فرمایا اُسیطرح ابھی ابھی حاضر کرتا ہوں۔ (اسکے بعد وزیر باہر چلا جاتا ہے)

شعله خانم — الله اکبر! عجب کار غریبی دوچار شدیم۔ جانم خلاص شد۔ خدایا شکر۔ (درمیان حرف نسا خانم میرسد۔ رو کند به نسا خانم) نسا! کار عجیبی اتفاق افتاد۔ خبر نداری؟ وزیر تیمور آقا را با زیبا خانم پشتِ پرده دید۔

نسا خانم — راستی؟ چه چی میگوئی؟ زیبا خانم پشت پرده چه میکرد؟

شعله خانم — نمیدانم لکاته کے آمده آنجا رفته است که جان مرا خرید۔ آقا خان بیشک و شبهه تیمور آقا را میکشد۔ نمیدانم برائے خلاصیِ او چه چاره باید کرد۔

نسا خانم — نترس۔ خان نمی تواند تیمور آقا را بکشد۔ اما می بایست این طور نه شود۔ حال که شده است، مطلب مطول خواهد شد۔ ننه جانم میخواهد۔ برویم اطاق او۔ آقا مسعود را بفرستیم در خانه از برائی ما خبر بیاورد۔

(هر دو میروند، پرده میافتد)

شعلہ خانم — اللہ اکبر کیا عجیب واقعہ پیش آیا۔ میری جان بچگئی۔ خدایا تیرا شکر ہے۔ (جبکہ وہ یہ کہہ رہی تھی نسا خانم آجاتی ہے۔ نسا خانم کی طرف متوجہ ہوتی ہے) نسا! عجیب واقعہ پیش آیا۔ کیا تجھکو معلوم نہیں؟ وزیر نے تیمور آقا کو زیبا خانم کیساتھ پردہ کے پیچھے دیکھ لیا۔

نسا خانم — کیا یہ سچ ہے؟ کیا کہہ رہی ہو؟ زیبا خانم پردہ کے پیچھے کیا کرتی تھی؟

شعلہ خانم — معلوم نہیں یہ ما لزادی کب آکر وہاں چلی گئی تھی۔ میری جان تو بچگئی۔ لیکن تیمور آقا کو خان یقیناً مار ڈالیگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکی رہائی کیلئے کیا تدبیر کیجائے۔

نسا خانم — اندیشہ نہ کرو۔ خان تیمور آقا کو قتل نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ واقعہ ہونا نہیں چاہیے تھا۔ مگر اب چونکہ ہو گیا ہے اسلئے معاملہ طول کھینچیگا۔ اماں جان تمکو بلاتی ہیں۔ چلو انکے کمرہ میں چلیں۔ آغا مسعود کو خان کے دیوانخانہ (یا ڈیوڑہی) پر بھیجدیں کہ ہمکو وہاں کی خبر لا دے۔

(دونوں جاتی ہیں پردہ گر جاتا ہے)

خلاصۂ مجلسِ سیُم

خانِ لنکراں دیوانخانہ میں تخت پر بیٹھا ہوگ٘ی درباری افسر اور خُدّام صف بستہ کھڑے ہیں۔ موسم اچھا ہے خاں کی طبیعت دریا کی سیر کو چاہتی ہے چنانچہ حکم دیتا ہے کہ کشتی کنارہ لگائی جائے تاکہ دربار کے بعد دریا کی سیر کا لُطف اُٹھائے اسی اثنا میں حکم دیا جاتا ہے کہ جو لوگ عرضی دینا چاہیں وہ پیش ہوں۔ ایک مدعی عرض کرتا ہے کہ آج وہ اپنا گھوڑا لیکر دریا پر گیا تھا راستہ میں گھوڑا چھوٹ کر بھاگا۔ سامنے سے ایک اور شخص یعنی مدعا علیہ چلا آرہا تھا۔ اُس سے اُسنے کہا کہ گھوڑے کو موڑ دے۔ مدعا علیہ نے زمین سے ایک پتھر اُٹھا کر گھوڑے کے اس طرح مارا کہ اُسکی آنکھ پھوٹ گئی۔ گھوڑا بیکار ہوگیا۔ لہٰذا معاوضہ دلایا جائے۔ مدعا علیہ نے مدعی کے بیان کی تصدیق کی۔ خاں نے فیصلہ کیا کہ بحکم "دانت کے بدلے دانت آنکھ کے بدلے آنکھ" مدعی بھی جاکر مدعا علیہ کے گھوڑے کی آنکھ پھوڑ دے۔

دوسرا مقدمہ یہ پیش ہوا کہ ایک کا بھائی بیمار تھا۔ اُسکے علاج کے لئے وہ تین تومان فیس دیکر ایک حکیم کو لایا۔ حکیم نے مریض کو دیکھتے ہی فصد لینے کا حکم دیا۔ اِدھر فصد لیگئی اُدھر مریض کا خاتمہ ہوگیا۔ مدعی فیس کی واپسی چاہتا ہے اور حکیم اُلٹا انعام طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ فصد نہ لیتا تو مریض چھ مہینے بعد ضرور مرجاتا۔ وہ جلندھر کی بیماری میں مُبتلا تھا۔ اب چونکہ فصد لینے سے چھ مہینے کا فضول خرچ بچگیا ہے اسلیے انعام ملنا چاہیے۔ حکم ہوا کہ مدعی حکیم صاحب کو ایک چُغہ دیکر خوش کرے۔

اسی دوران میں وزیر آجاتا ہے اور نہایت رنجیدہ صورت بناکر استعفا پیش کرتا ہو شکایت کرتا ہو کہ تیمور آقا دن دہاڑے اُسکے گھر میں گھسگیا اور اُسکی بیوی کی عصمت دری کا ارادہ کیا۔ تیمور آقا کی طلبی کا حکم ہوتا ہے۔ وہ سامنے آکر سرنگوں کھڑا ہوجاتا ہے۔ خاں اس سے سوال کرتا ہو مگر کوئی جواب نہیں پاتا۔

مغلوب الغضب ہو کر فراشوں کو حکم دیتا ہے کہ تیمور آقا کی گردن میں پھانسی ڈالکر اسکو مار ڈالیں
فراش آگے بڑھتے ہیں۔ تمام اُمراء اور حاضرین دربار بمنت و سماجت معافی کی درخواست کرتے
ہیں جو منظور نہیں ہوتی۔ تیمور آقا یہ حالت دیکھکر تپنچہ کمر سے نکالکر فراشوں کو ڈراتا ہے جو اِدھر
اُدھر ہو جاتے ہیں۔ اور کود کر نکلجاتا ہے۔ خان حد ناراض ہوتا ہے۔ اہل دربار پر بگڑتا ہے اور
صمد بیگ کو حکم دیتا ہے کہ فوراً ۵ غلام لیکر تیمور آقا کے پیچھے جائے۔ اور وہ جہاں ہو گرفتار کر لائے
خان وزیر کو سمجھاتا ہے کہ وہ اطمینان رکھے اسکا انصاف ضرور ہو گا۔ اور وزیر کو ایک انگوٹھی دیتا
ہے کہ یہ اُسنے خاص طور پر نسا خانم کیلئے منگائی ہے اُسکو دیدیجائے اور تاکید کرتا ہے کہ شادی
کے انتظامات کی جلد تکمیل ہونا چاہیے تاکہ ایک ہفتہ میں اس تقریب سے فراغت ہو جائے۔ وزیر رُخصت
ہوتا ہے۔ اور خان کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کیلئے چلا جاتا ہے۔

مجلسِ سیُم

(واقع میشود درکنار دریا، در دیوان خانۂ خانِ لنکران۔ خان صدرِ طالار روئے تخت نشستہ است۔ سلیم بیگ ایشیک آقاسی باشی چوبے دست گرفتہ در حضورِ خان ایستادہ است از دو طرف اعیان و نجبائے لنکران صف کشیدہ اند۔ صمد بیگ فراشباشی، عزیز آقا پیشخدمت باشی و دو نفر پیش خدمت دم در نشستہ اند۔ و در زیرِ طالار عارضین نزدِ قدیر بیگ نائب ایشیک آقاسی منتظرِ احضار اند۔ فراشہا سمتِ پائینِ طالار پشتِ در جمع شدہ اند)

خان۔ امروز ہوا خیلے خوب شدہ است۔ بعد از دیوان میخواہم قدرے روئے دریا سیر کنم دلم باز بشود۔ عزیز آقا! بکشتیبانان فرمان بدہ کنارِ دریا قوتکہ حاضر کنند۔

عزیز آقا۔ چشم۔ (بیرون میرود)

خان۔ سلیم بیگ، بگو عارضین را بحضور بیاورند۔

ایشیک آقاسی باشی۔ (از میان طالار) قدیر بیگ عارضین را بنوبہ بیار جلو۔

(قدیر بیگ دو نفر مدعی و مدعا علیہ را پیش میآورد و تعظیم میکنند)

عارض مدعی۔ خان، قربانت شوم عرض دارم۔

خان۔ بگو۔ ببینم۔ مرد کہ چہ عرض داری۔

تیسرا ایکٹ

(سمندر کے کنارہ خاں لنکراں کے دیوانخانہ میں واقع ہوتا ہے خاں کمرہ کے صدر میں تخت پر بیٹھا ہے۔ سلیم منتظم دربار ہاتھ میں عصا لئے ہوئے خاں کے سامنے کھڑا ہے۔ دونوں طرف لنکراں کے شرفا اور امرا صف باندھے کھڑے ہیں۔ صمد بیگ فراشوں کا جمعدار، عزیز آقا نوکروں کا جمعدار معہ دو پیش خدمتگاروں کے دروازہ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ دالان کے نیچے قدیر بیگ نائب منتظم دربار بعض عرضی دینے والے حاضری کے انتظار میں ہیں۔ فراش لوگ دالان کے نیچے دروازہ کے پیچھے مجتمع ہیں)۔

خاں۔ آج ہوا بہت اچھی ہے۔ دربار کے بعد میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر دریا پر سیر کروں تاکہ طبیعت شگفتہ ہو جائے عزیز آقا ملاحوں کو حکم دو کہ ساحل پر موٹر کشتی حاضر کریں۔

عزیز آقا۔ بسر و چشم (بہت اچھا) (باہر چلا جاتا ہے)

خاں۔ سلیم بیگ کہو کہ عرضی دینے والوں کو پیش کریں۔

منتظم دربار۔ (دربار کے کمرہ سے) قدیر بیگ عرضی دینے والوں کو باری باری سے سامنے لاؤ۔

(قدیر بیگ دو آدمیوں مدعی و مدعا علیہ کو سامنے لاتا ہے وہ آداب بجا لاتا ہے)

سائل مدعی۔ خاں! حضور کے صدقہ جاؤں مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔

خاں۔ کہہ۔ دیکھوں مردک۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔

مدعی - خان، قربانت شوم، امروز اسپم را برده
بودم رود خانه آب بدہم - اسپ از دستم در رفت
گریخت، این مرد از جلو میآمد، صدایش کردم -
ایمرد بخاطر خدا این اسپ را برگردان خم شد سنگی
از زمین برداشت - بطرف اسپ انداخت سنگ
بچشم راست اسپ خورده کور کرد، ا بحال اسپ
بی مصرف شده است، دیگر بکار من نمیخورد -
تاوان اسپم را میخواهم نمیدهد - با من مجادله میکند -

خان - (بمدعی علیه) چنین است مردکه -

مدعی علیه - قربانت شوم چنین است - اما من
عمداً سنگ نینداخته ام -

خان - پوچ نگو - اگر قصد نباشد، چه طور
میشود سنگ را برداشت انداخت - تو هم اسپ
داری یا نه ؟

مدعی علیه - دارم، قربانت شوم -

خان - (بمدعی) - ای مردکه! تو هم برو، بزن
یک چشم اسپ اینرا کور کن - اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْعَیْنَ
بِالْعَیْنِ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ اینکه کار مشکلی نیست صمدبیگ
فراش را روانه کن، برود آنجا باشد تا آن شخص
قصاص خود را بگیرد -

(صمدبیگ تعظیم کرده پائین آمده فراش با آنها
داده بر میگردد)

خان - سلیم بیگ، بگو، عارضین هم اگر هست پیش

مدعی - خان قربان جاؤں - آج میں اپنا گھوڑا پانی
پلانے ندی پہ لیگیا تھا - گھوڑا میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور بھاگ گیا
یہ شخص سامنے سے آرہا تھا - میں نے اسکو آواز دی بھائی
(امیرد) خدا کیلئے اس گھوڑے کو موڑ دے - اُسنے جھک کر زمین
سے ایک پتھر اُٹھایا اور گھوڑے کیطرف پھینکا - پتھر گھوڑے
کی داہنی آنکھ میں لگا اور اسکو پھوڑ دیا - اب گھوڑا
بالکل بیکار ہوگیا - میرے کسی کام کا نہیں ہے - میں گھوڑے
کا معاوضہ مانگتا ہوں یہ شخص نہیں دیتا مجھسے لڑتا ہے -

خان - (مدعا علیہ سے) - کیوں بے مردک، یہی بات ہے ؟

مدعی علیہ - قربان جاؤں یہی بات ہے - لیکن میں نے جانکر
پتھر نہیں مارا تھا -

خان - فضول مت بک - اگر ارادہ نہیں تھا تو کیونکر
ہوسکتا ہے کہ پتھر اٹھایا جائے اور پھینکا جائے - تیرے پاس بھی
کوئی گھوڑا ہے یا نہیں ؟

مدعی علیہ - قربان جاؤں - ہے -

خان - (مدعی سے) - اے مردک تو بھی جاکر مار اور اسکے
گھوڑے کی ایک آنکھ پھوڑ دے "دانت کے بدلے دانت
آنکھ کے بدلے آنکھ اور زخموں کا انتقام" - اسکا فیصلہ
کچھ مشکل بات نہیں ہے - صمد بیگ، فراش کو روانہ
کردو، جائے اور وہاں ٹھہرے تاکہ یہ شخص اپنا بدلہ لے لے

(صمد بیگ آداب بجالا کر نیچے آتا ہے اور اُن لوگوں کو فراش
دیکر واپس آجاتا ہے)

خان - سلیم بیگ، جاؤ کہو اگر کوئی دوسرا عرضی دینے والا بھی حاضر ہو

بیایند۔ زود باشید کہ امروز میخواہیم بہ سیاحت
بروم۔
سلیم بیگ۔ قدیر بیگ، عارض دیگر اگر داری
پیش بیاور۔
(قدیر بیگ دو نفر دیگر پیش می آورد)
خاں۔ اخ! حکومت، دیگر از تو با زحمت تر چیزے
در دنیا ہست؟ مردم ہمہ در فکر و خیال آسائش
خود ہست، من باید فکر ہزار ہزار نفر را داشتہ
باشم۔ درد دلش را وارسی کنم۔ از اول
حکومتم تا امروز ہرگز عارضے را از در خانہ خود ردنکردہ ام۔
سلیم بیگ۔ دعائے انہمہ مردم اجر زحمت
شما ست۔ درحقیقت ایں مردم برائے شما بمنزلہ
عیال اند۔ آبادیٔ ایں ولایت لنکراں از برکت عدالت
شما ست۔ (عارضین پیش آمدہ تعظیم مینمایند)
مدعی۔ خاں، قربونت۔ برارم ناخوش بود گفتند
ایں پیا حکیمہ۔ سہ تمانش دادم۔ بالائے سر
برارم آوردمش، بامید اینکہ چاقش کند۔
برسیدن سر مریض خونش گرفت۔ بیروں
آمدن خون ہماں، مردن برارم ہماں حالا
میگویم۔ بیموت لامحالہ پولم را بسم بدہ۔ پولم
را پس نمید ہد ہیچ میگوید اگر فصدش
نمیکردم بدتر ازیں میشد۔ ہنوز از علاوہ ہم

تو پیش کریں۔ جلدی کریں کیونکہ آج میں
سیر کو جانا چاہتا ہوں۔
سلیم بیگ۔ قدیر بیگ، اگر کوئی سائل حاضر ہو
تو پیش کرو۔
(قدیر بیگ دو اور آدمیوں کو سامنے لاتا ہے)
خاں۔ آہ! حکومت، کیا تجھسے بھی زیادہ تکلیف دہ کوئی
چیز دنیا میں ہے؟ تمام آدمی اپنے آرام و عیش کی فکر میں
ہیں اور مجھکو چاہیے کہ ہزاروں آدمیوں کی فکر میں رکھوں
اور اُنکے دلی دُکھ سے باخبر رہوں۔ اپنی حکومت کے اول
روز سے میں نے آج تک کسی سائل کو اپنے دروازہ سے
نہیں نکالا۔
سلیم بیگ۔ آپکی تمام تکلیفوں کا معاوضہ ان لوگوں کی
دعائیں ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ آپکے لیے بجائے بال بچوں
کے ہیں۔ اور اس ولایت لنکراں کی آبادی آپکے انصاف
کی برکت سے ہے۔ (سائل سامنے آکر آداب عرض کرتے ہیں)
مدعی۔ خاں، حضور کے قرباں! میرا بھائی بیمار تھا، لوگوں
نے کہا کہ یہ شخص حکیم ہے۔ میں نے اس کو تین تومان دیے
اور اپنے بھائی کے پاس (سرہانے) لایا۔ اس اُمید سے
کہ یہ اُس کو اچھا کر دیگا۔ مریض کے پاس پہنچتے ہی اُسنے
اُسکی فصد لی۔ ادھر تو خون نکلا اُدھر میرا بھائی مر گیا۔ اب
میں اُس سے کہتا ہوں کہ ظالم جس طرح ہو میرا روپیہ واپس کر
مگر یہ شخص قطعاً واپس نہیں کرتا ہے۔ بلکہ کہتا ہے کہ اگر
میں فصد نہ لیتا تو اس سے بھی زیادہ بُرا حال ہو جاتا۔ ابھی یہ مجھسے اور کچھ

امن دارد۔ بدادم برس۔ دور سرت گردم۔

خان۔ (بمدعی علیہ) جنابِ حکیم۔ چہ طور اگر فصدش نمیکردی بدتر ازیں می شد۔ بدتر ازیں چہ میشود؟

مدعی علیہ۔ قربانت شوم۔ خان! برادر این شخص مہلک استسقا مبتلا بود۔ اگر خون نمیگرفتم شش ماہ بعد ازیں بیشک و شبہہ میمرد۔ بیک خون گرفتن او را از زحمتِ خرج بجائے ششماہِ دیگر خلاص کردہ ام۔

خان۔ جنابِ حکیم پس ازیں قرار بقول شما باید این مرد مبلغ دیگر ہم از شما تعارف بدہد۔

حکیم۔ بلے۔ قربانت بگردم۔ اگر انصاف بکنند۔ البتہ۔

خان۔ (رو بحاضرین کردہ) واللہ نمیدانم دیوانِ اینہا را چہ نحو بکنم کہ قطعِ دعوی بشود۔ ہرگز دعوے باین مشکلے را دوچار نشدہ بودم۔

یکے از حاضرین۔ قربانِ سرت احترامِ طائفۂ حکما واجب است، بکارِ مردم میخورند۔ بفرمائید این مرد یک خلعتے ہم باو بدہد۔ راضیش کند۔ خصوصًا این حکیم را بندہ می شناسم خیلے حکیمِ حاذقیست۔

مانگتا ہے۔ میرا انصاف فرمایئے۔ قربان جاؤں۔

خان۔ (مدعا علیہ سے) جناب حکیم صاحب۔ یہ کیونکر کہ اگر آپ فصد نہ لیتے تو اس سے بھی زیادہ بدحال ہو جاتا۔ اس سے زیادہ برا کیا ہوتا؟

مدعی علیہ۔ قربان جاؤں۔ خان! اس شخص کا بھائی جلندھر کی مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ اگر میں فصد نہ لیتا تو چھ مہینہ بعد بیشک مر جاتا۔ میں نے ایک فصد لیکر اُسکو آیندہ چھ ماہ کے بیجا خرچ کی تکلیف سے بچا دیا۔

خان۔ جناب حکیم صاحب! اس بات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بقول آپکے اس شخص کو کچھ اور روپیہ آپ کی نذر کرنا چاہیئے۔

حکیم۔ جی ہاں۔ قربان جاؤں اگر انصاف کیا جائے تو بیشک۔

خان۔ (حاضرین کیطرف مخاطب ہو کر) واللہ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کا فیصلہ کیونکر کروں کہ دعوے صاف ہو جائے۔ اسقدر مشکل دعویٰ آجتک پیش نہ ہوا تھا۔

حاضرین میں سے ایک (نے کہا) قربان جاؤں حکیم لوگوں کی عزت واجب ہے۔ یہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔ حضور حکم دیں کہ یہ شخص حکیم صاحب کو ایک خلعت بھی دے اور اُنکو رضامند بھی کرے۔ خصوصًا ان حکیم صاحب کو تو میں بھی جانتا ہوں۔ بڑے زبردست حکیم ہیں۔

خاں۔ حالانکہ آشنائے شما ست۔ ہیچو بشود۔ بحرف شما عمل کنند (رو بعارض کردہ)۔ امیسر دا برو۔ یک دانہ چوز خا بحکیم تعریف کن، از تو راضی بشود۔ صمد بیگ فراش بدہ، برود۔ چہ خارا ازیں مرد بگیرد بحکیم بدہد۔

(صمد بیگ پائیں میآید۔ دریں اثناء وزیر نفس زنان از در داخل طالار میشود، قلمدان را از جیب بیروں آوردہ پیش خاں زمین میگذارد)

وزیر۔ قربانت شوم دیگر وزارت من بس است۔ کفایت کرد۔ عوض خدمتہایم بمن رسید۔ من بعد وزارت را بہر کس سزاوار میدانید بدہید۔ من بایست سر خودم را بردارم، از یں ولایت دربدر شوم۔

خاں۔ (متعجب) جناب وزیر! چہ شدہ است مگر؟ ایں چہ حالتے است۔ برائے چہ؟

وزیر۔ قربانت شوم۔ در ہمہ روئے زمین امروز عدالت و انصاف و مروت سرکار ورد زبانہا ست۔ از ترس شما کسے از بندگان دربار بمال و عیال فقیرے دست درازی نتوانستہ است بکند۔ پسر برادر شما، تیمور آقا، بہ بینید چہ قدر از شما بے واہمہ است۔ روز روشن بخانہ مثل من آدمی میاید قصد عیالش را مینماید۔

خاں۔ اب چونکہ تمھاری جان پہچان ہے لہذا ایسا ہی کیا جائے۔ تمھارے کہنے کے مطابق کار بند ہوں (عرضی دینے والے کی طرف متوجہ ہو کر) اے شخص جا اور ایک عدد چغہ حکیم صاحب کی نذر کرتا کہ تجھسے راضی ہوجائیں۔ صمد بیگ ایک فراش دیدو جو انکے ساتھ جائے۔ اور اس شخص سے چغہ لیکر حکیم صاحب کو دیدے۔

(صمد بیگ نیچے اُترتا ہے۔ اُسی وقت وزیر بھی ہانپتا ہوا دروازہ سے دربار کے کمرہ میں داخل ہوتا ہے اپنا قلمدان جیب سے نکال کر خاں کے سامنے زمین پر رکھدیتا ہے)

وزیر۔ قربان جاؤں۔ بس اب میری وزارت کافی ہوچکی۔ میں نے بھر پایا۔ میری خدمتوں کا عوض مجھکو ملگیا۔ اسکے بعد جس شخص کو حضور مناسب اور لائق سمجھیں وزارت دیدیں۔ میرے لئے ضروری ہوگیا کہ یہاں سے نکلجاؤں اور در در مارا پھروں۔

خاں۔ (تعجب سے) جناب وزیر صاحب آخر ہوا کیا ہے؟ یہ کیا حالت ہے اور کیوں؟

وزیر۔ قربان جاؤں! اسوقت دنیا بھر میں حضور کے عدل و انصاف اور مروت کا چرچا ہے (یعنی شہرت ہے) حضور کے خوف سے کوئی سرکاری آدمی کسی فقیر کے بھی مال اور بال بچوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ دیکھئے یہ حضور کا بھتیجہ تیمور آقا کسقدر بیباک ہوگیا ہے کہ دن، ہاڑے مجھ جیسے آدمی کے گھر میں گھس جاتا ہے اور اُسکی بیوی کی آبروریزی کا ارادہ کرتا ہے۔

خاں ۔ (بغیظ آمدہ) وزیر! چہ میگوئی؟ تیمور این جرأت را کردہ است؟ یعنی چہ؟

وزیر ۔ نمک تو کورم کند اگر خلاف عرض کردہ باشم ۔ خودم بچشم خودم دیدم ۔ گرفتمش بردارم بیاورم خدمت شما ۔ تکانم دادہ از دستم در رفتہ است ۔

خاں ۔ صمد بیگ! زود برو ۔ تیمور را صدا کن اینجا ۔ اما دریں باب چیزے نگو ۔ (صمد بیگ تعظیم کردہ میرود)

خاں ۔ وزیر! آرام بگیر ۔ حالا دیوانی بکنم کہ عبرت ہمہ عالم بشود ۔

وزیر ۔ قربانت شوم! پادشاہان سلف در اجرائے عدالت اولاد و اقربائے خود را ترحم نکردہ اند ۔ خلفائے عظیم الشان بتہمت کج نگاہ کردن بعیال مردم فرزندان خود را باز خواستہائے شدید فرمودہ اند ۔ سلطان محمود غزنوی برائے ایں جرم یکے از مقربان خود را بدست خود گردن زد ۔ انیست کہ در دہر وصف عدالت شان در عالم مذکور و باقیست ۔

خاں ۔ (بوزیر) وزیر! الآن خواہی دید خان شما در ہیچ چیز از خلفا و سلطان محمود غزنوی کمتر نخواہد بود ۔ علی الخصوص دریں باب ۔

(در یں اثنا صمد بیگ با تیمور آقا داخل شدہ تعظیم

خاں ۔ (غصہ سے) ۔ وزیر صاحب آپ کیا کہتے ہیں؟ تیمور نے یہ جرأت کی ہے؟ آپکا مطلب کیا ہے؟

وزیر ۔ اگر میں نے غلط عرض کیا ہو تو حضور کا نمک پھوٹ پھوٹ کر نکلے (میں اندھا ہو جاؤں) میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے ۔ میں نے اسکو پکڑ لیا تھا کہ باندھکر حضور کے سامنے لاؤں مگر وہ مجھسے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا ۔

خاں ۔ صمد بیگ! جلد جا اور تیمور کو یہاں بلا لا لیکن اس معاملہ میں کوئی گفتگو نہ کرنا ۔ (صمد بیگ تعظیم کرکے چلا جاتا ہے)

خاں ۔ وزیر صاحب خاطر جمع رکھیے ابھی ایسا انصاف کرتا ہوں کہ جس سے دنیا بھر کو عبرت حاصل ہو ۔

وزیر ۔ قربان جاؤں پرانے زمانہ کے بادشاہوں نے عدل و انصاف کرنے میں اپنی اولاد اور عزیزوں پر بھی رحم نہیں کیا ۔ بڑے بڑے خلفاء نے لوگوں کی بیویوں پر ٹیڑھی نظر سے دیکھنے کے جرم میں اپنے بیٹوں تک کو سخت سزائیں دی ہیں ۔ سلطان محمود غزنوی نے اسی جرم میں اپنے ایک خاص منظور نظر درباری کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا یہی وجہ ہے کہ باوجود اسقدر زمانہ گذر جانیکے اُنکے انصاف کی شہرت دنیا میں باقی ہے اور زبان زد عالم ہے ۔

خاں ۔ (وزیر سے) وزیر! تم ابھی دیکھو گے کہ تمھارا خان کسی بات میں خلفاء اور سلطان محمود غزنوی سے کم نہیں رہیگا ۔ خصوصاً اس معاملہ میں ۔

(اسی اثنا میں صمد بیگ مع تیمور آقا کے داخل ہوتا ہے دونوں

میکند)

خان۔ (بہ تیمور آقا) من بشما نفرموده ام هرگز با قمه حضور من نیائید۔

تیمور آقا۔ من که قمه نه بسته ام۔

خان۔ اینچه بنظرم آمد خوب! در حرمخانهٔ وزیر چه کار داشتی؟ (تیمور آقا سرش را پائین میکند) مقصود تو اینست من در سر مثل تو پسر برادر نادرست جود لاابالی، میان دولتها بدنام بشوم؟ من دیگر مثل تو پسر برادر را هم نخواستم۔ بچه ها! اطرافها! (چند نفر فراش شال ترمه دست گرفته حاضر میشوند) بیندازید شال را گردن این لوطی جود لاغی بکشید پائین! (فراشها آماده میشوند با نداختن شال۔ دیده های حضار مجلس پر از اشک میشود)

اینشیک آقاسی و تمامی اهل خلوت۔ خان، قربانت شویم۔ جوان است این دفعه تقصیرش را ببخشید۔

خان۔ با روح پدرم که هرگز نخواهم بخشید (رو بفراشها کرده) بیندازید شال را۔

(فراشها قدری هم نزدیکتر میآیند۔ همگی از بزرگ و کوچک نمیتوانند خودداری بکنند۔ بے اختیار شروع میکنند بگریه کردن و بخاک میافتند با لحاح و التماس میگویند)

امانست ای خان! امر فرمائید۔ تصدق کنید۔ یکدانه مادر است۔

(های های گریه میکنند)

آداب بجا لاتے ہیں)

خان۔ (تیمور آقا سے) کیا میں نے تمکو حکم نہیں دیا کہ میرے سامنے تلوار لیکر نہ آیا کرو۔

تیمور آقا۔ میں نے تلوار نہیں باندھ رکھی ہے۔

خان۔ مجھکو ایسا ہی نظر آیا تھا۔ اچھا۔ تو وزیر کے زنانخانہ میں کیا کرتا تھا؟ (تیمور آقا سر جھکا لیتا ہے) تیرا مطلب یہ ہے کہ تجھ جیسے بدچلن اور بدمعاش بھتیجہ کیوجہ سے میں تمام ممالک میں بدنام ہو جاؤں۔ اب مجھکو تجھ جیسے بھتیجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں لوگو۔ رسّی! (چند فراش کشمیری شال لئے حاضر ہوتے ہیں) اس بدمعاش لُنڈے کی گردن میں شال ڈالدو! اور اس کو گھسیٹ کر نیچے لیجاؤ!! (فراش لوگ چادر ڈالنے کو تیار ہوتے ہیں۔ حاضرین دربار کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں)

منتظم دربار اور کل خاص لوگ۔ خان! آپ کے قربان جائیں۔ جوان ہے۔ اس مرتبہ اسکی خطا معاف کر دیجئے۔

خان۔ قسم ہے اپنے باپ کی روح کی! ہرگز معاف نہیں کرونگا (فراشوں سے) شال اسکی گردن میں ڈال دو!

(فراش اور آگے بڑھکر قریب ہو جاتے ہیں۔ چھوٹوں بڑوں میں کسی سے ضبط نہیں ہوتا۔ بے اختیار رونے لگتے ہیں اور زمین پر گرکر منت سماجت کرتے ہیں)

معاف کیجئے خاں۔ حکم نہ دیجئے۔ صدقہ کیجئے۔ یہ اپنی ماں کا اکلوتا بچہ ہے۔

(زور سے روتے ہیں)

خاں ۔ نمیشود! نمیشود!! استغفر اللہ!!! (با تغیر تمام رو بفراشہا کردہ) پدر سگہا! گفتم بیندازید؟

(فراشہا شال بدست حرکت دیگر کردہ نزدیکتر میرسند۔ تیمور آقا جلد دست بعقب بردہ طپانچہ از کمرش کشیدہ بطرف فراشہا دراز میکند۔ فراشہا از ترس آں متفرق میشوند۔ تیمور آقا از میان گیرودار کنار جستہ در میرود)

خاں ۔ (ریشت مرش) ۔ اے پدر سگہا! بگذارید نبرود ۔

(ہمگی حرکت میکنند اما ہیچ کس عقب نمیکنند)

خاں ۔ (رخ خلق رو باعیان کردہ) ہیچ کہ از شما ہا لائق مرحمت ہائے من نیستید ۔ ایں جوہ لاغی را چرا گذاشتید در برود؟

(کسے جواب نمیدہد)

خاں ۔ صمد بیگ! (صمد بیگ پیش میآید) زود پنجاہ نفر غلام ہمراہ خود بردار ۔ تیمور را در ہر جائے دنیا باشد سراغ کردہ پیدا نمودہ میگیرید دست بستہ می آورید اینجا ۔ تا او را نکشتم ولایت آرام نمیگیرد ۔ دل خودم ہم بجا نمی آید ۔

صمد بیگ ۔ چشم (از در بیروں میرود)

خاں ۔ (بہ اعیان) بروید مرخص ید ۔ (ہمہ متفرق میشوند)

خاں ۔ عزیز آقا! (عزیز آقا پیش میآید) توکہ حاضر ہستی

خاں ۔ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!! توبہ توبہ!!! (خیلا پیلا ہو کر فراشوں سے) کمبختو پڑو! کیا ہم نے تمکو حکم نہیں دیا کہ گردن میں پھانسی ڈالدو؟

(فراش شال ہاتھ میں لئے دوبارہ حرکت کرکے اور نزدیک آجاتے ہیں۔ تیمور آقا جلد پیچھے ہاتھ ڈالکر اپنی کمر سے تنچہ نکالتا ہے اور فراشوں کی طرف کر دیتا ہے ۔ فراش ڈر کر ادھر اُدھر ہو جاتے ہیں ۔ تیمور آقا کود کر الگ ہو جاتا ہے اور بچکر نکلجاتا ہے)

خاں ۔ (تیمور آقا کے جانیکے بعد) ہاں پکڑو پکڑو ۔ جانے نہ دو ۔

(حرکت کرتے ہیں مگر پیچھا کوئی نہیں کرتا)

خاں ۔ (ترشرو ہو کر امرا سے) تم لوگوں میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں ہے جسکے حال پر عنایتیں کیجائیں ۔ تمنے اس بدمعاش کو کیوں جانے دیا؟

(کوئی جواب نہیں دیتا)

خاں ۔ صمد بیگ! (صمد بیگ سامنے آتا ہے) جلد پچاس غلام لیکر جاؤ ۔ تیمور آقا کو دنیا بھر میں جہاں ملے پتہ لگا کر گرفتار کرو اور ہاتھ باندھکر یہاں لاؤ ۔ جبتک میں اُسکو قتل نہیں کرلونگا ملک کو آرام نہیں ملیگا اور نہ میرے دلکو تسلی ہوگی ۔

صمد بیگ ۔ بہت اچھا! (دروازہ سے باہر چلا جاتا ہے)

خاں ۔ (اُمرا سے) آپ جائیں اجازت ہے (سب چلے جاتے ہیں)

خاں ۔ عزیز آقا! (عزیز آقا سامنے آتا ہے) کیا تم حاضر ہو

عزیز آقا - بلے حاضر است -
خان - (برخاسته) - وزیر تو برو آرام بگیر -
غم مخور - قصاص تو بر زمین نخواهد ماند - بگیر
این انگشتر را هم بده به نسا خانم - امروز مخصوصًا
فرستاده ام پیش زرگر تا این انگشتر را از برای او گرفته آورد -
اندر مشغول تدارک عروسی باشید بلکه بعد یک هفته باید بیست بکار شد
وزیر - بلے - بفرمائش سرکار عمل خواهم کرد -
(تعظیم کرده بیرون میرود - بعد از آن خان با عزیز آقا
سوار لوتکه شده به سیر دریا میروند)
(پرده می افتد)

عزیز آقا - جی حضور حاضر ہے -
خان - (اُٹھکر) - وزیر صاحب آپ جائیے آرام
کیجئے - غم نہ کیجئے آپکا بدلا رائیگاں نہ جائیگا - یہ لیجیے
یہ انگوٹھی بھی نسا خانم کو دیجیےگا آج میں نے خاص طور پر آپکے لیے سنار کے پاس
آدمی بھیجے تھے - وہ یہ انگوٹھی نسا خانم کیلئے لائے ہیں آپ شادی کے سامان
میں لگ جائیے چاہیے کہ ایک ہفتہ بعد اس کام سے فراغت ہو جائے -
وزیر - بہت اچھا! حضور کے حکم کی تعمیل کیجائیگی -
(آداب بجا لاکر باہر چلا جاتا ہے - اُسکے بعد خان عزیز آقا
کیساتھ کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کرنے جاتا ہے) -
(پردہ گرتا ہے)

خُلاصۂ مجلس چہارم

شعلہ اور نسا خانم دونوں بہنیں اپنے کمرہ میں متفکر بیٹھی ہیں۔ اسی اثناء میں آغا مسعود آجاتا ہے اور تمام واقعہ دیوانخانہ کا سُناتا ہے۔ نسا خانم کو سخت صدمہ ہوتا ہے کہ اتنے میں خود تیمور آقا دَرانہ گھُسا چلا آتا ہے۔ شعلہ خانم دیکھ کر سہم جاتی ہے اور تیمور آقا کو ملامت کرتی ہے وہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ کہتا ہے کہ چونکہ وزیر نے نمک حرامی پر کمر باندھ لی ہے اُس کے قتل کے درپے ہے اسلیے وہ اب اپنی نامزد نسا خانم کو اُس کے گھر ہرگز نہیں چھوڑ سکتا شعلہ خانم مشورہ دیتی ہے کہ فی الحال وہ اس ارادہ کو ملتوی کردے اور رات کو موقعہ دیکھکر معہ خادم و سواری آجائے وہ نسا خانم کو اُس کے سپرد کردیگی۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ وزیر کے آجانیکی اطلاع ہوتی ہے۔ شعلہ خانم، تیمور آقا کو پردہ کے پیچھے چھپا دیتی ہے۔ وزیر داخل ہوتا ہے۔ اور شعلہ خانم کو نصیحت کرنیکے بعد نسا خانم کو خاں کی دی ہوئی انگوٹھی پہننے کے لیے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی والدہ کو بلا لو تاکہ اُنکو بھی خاں کی یہ بات سُنا دی جائے کہ ایک ہفتہ کے اندر شادی کا سامان کرکے نسا خانم کا نکاح خاں سے کردیا جائے۔ نسا خانم ناراض ہوکر انگوٹھی پھینکدیتی ہے اور اپنی ماں پری خانم کو بُلا لاتی ہے۔ پری خانم آتے ہی داماد کے صدقہ قربان ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ آج وہ ایک فال نکالنے والے کے پاس گئی تھی کہ کوئی تعویذ لکھا لائے تاکہ شعلہ خانم کے یہاں بیٹا پیدا ہو۔ بہت اچھا ہوا کہ تم اسوقت آگئے کیونکہ رمّال نے ہدایت کی ہو کہ وزیر کے سر کے برابر تگنا گیہوں لیکر صدقہ کردیا جائے۔ وزیر نے کہا کہ یہ عجیب بات ہو۔ جبتک سر تن پر سلامت ہو اُسکے وزن کا غلہ کیونکر تولا جا سکتا ہو۔ پری خانم نے کہا کہ رمّال نے یہ تدبیر بتائی تھی کہ ایک ایسا گہرا برتن لیا جائے جسمیں وزیر کا سَر سما جائے۔ اسی برتن کی ظرفیت

وزیر کے سر کاوزن ہوگا۔ یہ کہکر وہ نساخانم کو برتن لانیکا حکم دیتی ہو جو ایک بادیہ لاکر وزیر کے سر پا اوندھا دیتی ہو جو اُسکے منھ تک آجاتا ہو اور اُسکی آنکھیں ڈھک جاتی ہیں۔ عین اسی وقت شعلہ خانم تیمور آقا کو پردہ کے پیچھے سے نکالکر باہر کراتی ہو۔ بعد ازاں شادی بیاہ کی بات چیت ہونے لگتی ہے۔ مگر فوراً ہی صحن مکانسے شور وغل کی آواز آتی ہو اور تیمور آقا پھر گھس آتا ہو اور پستول بڑھاکر وزیر کو قتل کرنیکی دھمکی دیتا ہو۔ شعلہ خانم تیمور آقا کو روکتی ہو۔ اسی اثنا میں باہر سے پھر شور وغل کی آواز آتی ہو اور سرکاری آدمی تیمور آقا کو گرفتار کرنے آجاتے ہیں۔ ابھی یہ کشمکش جاری ہی تھی کہ صحن مکانسے پھر شور وغل کی آواز سنائی دیتی ہو اور چند سرکاری آدمی آکر خبر سُناتے ہیں کہ خاں دریا میں ڈوب گیا اور اب تمام اعیان دولت نے تیمور آقا کو خاں منتخب کرلیا ہو۔ یہ سُنکر وزیر تیمور آقا کے پاؤں پر گرجاتا ہو۔ اور وہ اُسکو معاف کردیتا ہو مگر آیندہ کیلئے حکم دیتا ہو کہ وہ منصب وزارت پر قائم نہ رکھا جائیگا کیونکہ خود غرض، نااہل اور راشی ملازم رعایا کے دشمن ہوتے ہیں۔ آیندہ وزیر کو سرکاری وظیفہ ملیگا جس سے وہ گھر پر پڑکر بخوبی گذر کرسکے۔ اسکے بعد تیمور آقا شادیکا انتظام کرنیکی ہدایت کرکے چلا جاتا ہو اور سب زندہ باد تیمور خاں کا نعرہ لگاتے ہیں۔

مجلسِ چہارم

(در اطاقِ شعلہ خانم واقع میشود۔ شعلہ خانم و نسا خانم باحالتِ اضطراب و نگرانی نشستہ اند با ہمدگر حرف میزنند)

نسا خانم۔ نفہمیدیم چہ شد۔ کار شاں بکجا رسید۔ مسعود نیامد۔ خبرے نیاورد۔ دلم خیلے مضطرب است۔

شعلہ خانم۔ دلِ تو چرا مضطرب میشود بقولِ خودت خان کہ نمیتواند کارے در حق تیمور آقا بکند۔

نسا خانم۔ راست است کہ نمیتواند کارے کند۔ اما میترسم میان من و تیمور آقا جدائی بیفتد کہ از مرگ بدتر است۔

(دریں حال آقا مسعود از در داخل میشود)

شعلہ خانم۔ آقا مسعود بگو، ببینم چہ طور شد؟

آقا مسعود۔ چہ میخواستی بشود؟ وزیر بخان عرض کرد، خان فرستاد، تیمور آقا را آوردند۔ میخواست خفہ کنند۔ تیمور آقا طپانچہ کشیدہ فراشہا را متفرق کرد، از میاں در رفت، خان پنجاہ نفر آدم مامور فرمودہ است، ہرجا باشد پیدا کنند، بگیرند، دست بستہ پیش خان بیاورند، بہ ہم

چوتھا ایکٹ

(شعلہ خانم کا کمرہ۔ شعلہ اور نسا خانم متفکر و منتظر بیٹھی ہوئی آپسمیں گفتگو کر رہی ہیں)

نسا خانم۔ نہیں معلوم کیا ہوا۔ معاملہ کی نوبت کہانتک پہونچی۔ مسعود نہیں آیا۔ نہ کوئی خبر لایا۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔

شعلہ خانم۔ تمہارا دل کیوں گھبراتا ہے؟ تم خود کہہ چکی ہو کہ خاں تیمور آقا کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔

نسا خانم۔ یہ تو صحیح ہے کہ کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر مجھکو ڈر ہے کہ مجھ میں اور تیمور آقا میں جدائی ہو جائیگی جو موت سے بدتر ہے۔

(اسی اثنا میں آقا مسعود دروازہ سے داخل ہوتا ہے)

شعلہ خانم۔ آقا مسعود، کہو معاملہ کیونکر ہوا؟

آقا مسعود۔ آپ کیونکر طے کرانا چاہتی تھیں؟ وزیر نے خاں سے شکایت کی، خاں نے آدمی بھیجے جو تیمور آقا کو لے آئے۔ خاں نے چاہا کہ اسکو پھانسی دے۔ تیمور آقا نے طپنچہ نکال لیا۔ فراش ادھر ادھر ہو گئے اور وہ درمیان سے نکلکر چلا گیا۔ خاں نے ۵۰ آدمی مقرر کر کے حکم دیا ہے کہ جہاں ملے تلاش کریں۔ پکڑیں اور ہاتھ باندھکر حضور میں حاضر کریں۔ تاکہ وہ

بکشند - حال ہمۂ شہر و خانہا را آدم افتادہ میگیرند که پیداش کنند -

(نسا خانم از زیادتی غصہ گریہ میکشد - ہم در آن حال در باز شدہ تیمور آقا داخل میشود)

شعلہ خانم - اے وائے ننہ جان! این چہ حالتے است؟ اینجا چرا آمدی؟ چہ طور آمدی؟ مگر دل شیر داری یا از جانت نمیترسی؟

تیمور آقا - (تبسم کردہ) چہ شدہ از جانم بترسم؟

شعلہ خانم - چہ نہ شدہ است؟ خان آدم گذاشتہ ہر جا بہ بینند پیدات کنند، بگیرند، ببرند، بکشند - تو ہیچو خاطر جمع چرا اینجا میآئی - آقا مسعود بارک اللہ! برو، بیرون بپا! کسے اینجا نیاید -

(آقا مسعود بیرون میرود)

تیمور آقا - بخیالت میرسد من از ترس کشتہ شدن امروز دیدن نسا خانم نمیآیم؟ این سر را در راہ او گذاشتہ ام - اما حالا بخیال ہم نہ آمدہ ام - میخواہم امشب نسا خانم را بردارم، ببرم جائے دیگر - من بعد نمیتوانم او را اینجا بگذارم - شوہرت با من بنائے نامزدی گذاردہ - من ہم کہ نمیتوانم نامزد خود را دیگر خانہ او بگذارم

حوالہ کر دے اور لوگ اُسکو قتل کر دیں - اب تمام شہر کے آدمی اِدھر اُدھر گھر و نمیں ڈھونڈھتے پھر رہے ہیں -

(نسا خانم مارے رنج کے آہ کرتی ہے اسی اثنا میں دروازہ کھلتا ہے اور تیمور آقا داخل ہوتا ہے)

شعلہ خانم - اوئی اماں! یہ کیا ماجرا ہے؟ تم یہاں کیوں آئے؟ کیونکر آئے؟ کیا شیر کا دل رکھتے ہو یا اپنی جان سے نہیں ڈرتے ہو؟

تیمور آقا - (مسکرا کر) - کیا ہوا جو میں اپنی جان سے ڈروں؟

شعلہ خانم - کیا نہیں ہوا ہے؟ خان نے تمہاری تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیے ہیں - کہ تمکو ڈھونڈھیں پکڑیں، لائیں اور وہ تمکو قتل کرا دے - تم اسقدر مطمئن ہو کر یہاں کیوں آئے؟ آقا مسعود تجھکو خدا برکت دے! باہر کھڑا ہو جا - اور (دیکھ) یہاں کوئی نہ آئے -

(آقا مسعود باہر چلا جاتا ہے)

تیمور آقا - کیا تمہارا خیال ہے کہ قتل ہو جانے کے خوف سے آج میں نسا خانم کو دیکھنے بھی نہ آتا؟ میں تو یہ سر اس پر فدا کر چکا ہوں) مگر اسوقت بھی میں بغیر کسی مطلب کے نہیں آیا ہوں - میں چاہتا ہوں کہ آج رات کو نسا خانم کو لے اڑوں اور کسی دوسری جگہ لیجاؤں - اب میں اسکو یہاں ہرگز نہیں چھوڑ سکتا - تمہارا خاوند مجھسے نکرا می کرنے لگا ہے میں بھی اپنی منگیتر کو اب اسکے گھر میں نہیں رکھ سکتا

من بعد ہم مثلِ سابق اینجا آمد و شد کنم۔
شعلہ خانم۔ خیلے خوب من ہم باین امر راضی
ہستم۔ آقا روز روشن اینجا آمدنت خوب نبود۔
خودت نمیدانی کہ زیبا خانم از صد جا آدم
بکمینِ ما گذاشتہ است کہ بیک بہانہ ترا کشتن
بدہد و مارا بدنام نماید۔ بہترش این است
کہ امشب بطور سابق اینجا کنار بکشی۔ نصفِ شب
با اسب و آدم دم دروازہ آمادہ بشوید۔ من
ہمان ساعت نسا خانم را بیرون آورده دستِ
شا بسپارم۔ بردار ببر۔
تیمور آقا۔ نسا خانم تو ہم کہ راضی ہستی؟
نسا خانم۔ البتہ کہ راضی ہستم۔ دیگر غیر ازین چارہ
نماندہ است (درین حال آقا مسعود از دم درب داد میزند)
اے اماں! وزیر میآید۔
شعلہ خانم و نسا خانم۔ (رنگ ریختہ پریشان می پرند)
اے وائے ننہ! اماں! اے تیمور آقا! پشتِ این پردہ
قائم شو۔ ببینم این ظالم را چطور رد بکنیم۔
تیمور آقا۔ ہرگز بحالتِ خود تغییر ندادہ با آرامے)
من ہرگز دیگر پشتِ این پردہ نخواہم رفت بگذار
بیاید۔ مرا ہم اینجا ببیند۔
شعلہ خانم و نسا خانم۔ (بپائش افتادہ زانو ہایش
را بغل کردہ۔ با اضطراب تمام) بخاطر خدا۔ خودت را بموجِ
خون مزن۔ ترا بقبر پدرت پشتِ پردہ قائم شو۔

اور نہ پھر میں پہلے کیطرح یہاں آجا سکتا ہوں۔
شعلہ خانم۔ بہت اچھا میں بھی اس بات پر راضی ہوں
مگر دن دہاڑے تمھارا یہاں آنا اچھا نہیں تھا۔ تم خود
جانتے ہو کہ زیبا خانم نے سیکڑوں جگہ آدمی ہماری گھات
میں لگا رکھے ہیں کہ کسی طرح سے ایک بہانہ ملجائے اور تمکو
قتل کیلئے حوالہ کردے۔ اور ہمکو رسوا کرے۔ عمدہ تدبیر تو
یہ ہوگی کہ کسی طرح اسوقت تم یہاں سے چلے جاؤ۔ آدھی
رات کو تم گھوڑا اور خادم ہمراہ لیکر دروازہ کے سامنے
تیار رہنا۔ میں اُسی وقت نسا خانم کو باہر لاکر تمھارے
ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دونگی۔ جہاں چاہے لیجانا۔
تیمور آقا۔ نسا خانم کیا تم بھی راضی ہو؟
نسا خانم۔ بیشک راضی ہوں۔ اب بجز اسکے اور کوئی
تدبیر نہیں رہی۔ (اسی اثنا میں آقا مسعود دروازہ کے پاس
سے آواز دیتا ہے) اے خدا کی پناہ وزیر آتا ہے۔
شعلہ خانم اور نسا خانم۔ (متفرق) اوئی! اے اماں!
خدا کی پناہ!! تیمور آقا اس پردہ کے پیچھے چھپکر کھڑے
ہو جاؤ۔ دیکھیں اس ظالم کو نکالنے کی ہم کیا فکر کرسکتے ہیں۔
تیمور آقا۔ (اپنی حالت قائم رکھ کر اطمینان کیساتھ)
اب میں ہرگز اس پردہ کے پیچھے نہ جاؤنگا۔ آنے دو۔
مجھکو بھی یہیں آکر دیکھ لے۔
شعلہ خانم اور نسا خانم۔ (اسکے پاؤں پکڑ کے اور ٹانگوں کو
لپٹ کر بیقراری سے) خدا کے لئے خون کے دریا میں نہ کودو۔
تمکو اپنے باپ کے قبر کا واسطہ پردہ کے پیچھے جاکر کھڑے ہو جاؤ۔

تیمور آقا۔ ہرگز۔

آغا مسعود۔ (دوبارہ سرش را از در تو کردہ) آمان!

وزیر رسید۔

شعلہ خانم و نسا خانم۔ اے دور سرت بگردم بما رحم کن۔ وزیر این دفعہ ہم اگر شما را اینجا ببیند بیشک ما را بہ کشتن میدہد۔

تیمور آقا۔ ہا محض خاطر شما۔

(میرود پشت پردہ۔ یک ثانیہ گذشتہ وزیر داخل اطاق می شود)

وزیر۔ خوب شد کہ شما ہر دو اینجا ہستید برمن واجب شدہ بود باشما صحبتے بکنم۔ دل تان با من باشد۔ شعلہ میدانی خواہر تو اگر بہ نجان بہ ہیم درجہ من و رتبۂ تو چہ قدر زیادتر خواہد شد درینصورت آیا نباید کہ شما فکر نیکنامی خود بکنید؟ ناموس خود تا نرا بباد ندہید نگویند خواہر زن خان بنا محرم ہا آمد و رفت دارد۔

شعلہ خانم۔ (بتانی و آرام قلب) بفرمائید بہ بینم من با کدام نامحرمہا آمد و رفت دارم۔

وزیر۔ مثلاً تیمور آقا کہ در اطاق تو دیدمش۔

شعلہ خانم۔ بلے، با زنت زیبا خانم پشت این پردہ۔

وزیر۔ راست است من کہ در حق شما بدگمان نشدم۔

تیمور آقا۔ ہرگز نہیں۔

آغا مسعود۔ (دوبارہ دروازہ سے سر نکالکر) خدا کی پناہ! وزیر آپہونچا۔

شعلہ خانم اور نسا خانم۔ تمھارے سر کے قربان جائیں ہمپر رحم کھاؤ۔ اگر وزیر نے اس دفعہ تمکو پھر دیکھ لیا تو یقیناً ہمکو قتل کرا دیگا۔

تیمور آقا۔ خیر! صرف تمھاری خاطر سے۔

(پردہ کے پیچھے چلا جاتا ہے۔ منٹ بھر بعد وزیر بھی کمرہ میں داخل ہوتا ہے)

وزیر۔ اچھا ہوا، تم دونوں یہاں موجود ہو۔ مجھکو تمسے باتیں کرنے کی ضرورت تھی۔ میری طرف توجہ کرو۔ شعلہ! تم جانتی ہو کہ اگر تمھاری بہن کی شادی خان کیسا تھ کر دیجائیگی تو میرا رتبہ اور تمھاری قدر کسقدر بڑھجائیگی اس صورت میں کیا تمکو لازم نہیں ہو کہ اپنی نیکنامی کی فکر کرو۔ اور اپنی عزت و آبرو کو برباد نہ کرو۔ ایسا نہ ہو لوگ کہیں کہ خان کی سالی کے یہاں غیر مرد آتے جاتے ہیں۔

شعلہ خانم۔ (سہولت اور اطمینان قلب سے) فرمائیے! دیکھیں وہ کون نامحرم لوگ ہیں جو میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔

وزیر۔ مثلاً تیمور آقا جسکو میں نے تمھارے کمرہ میں دیکھا ہے۔

شعلہ خانم۔ ہاں اپنی بیوی زیبا خانم کے ساتھ۔ اس پردہ کے پیچھے۔

وزیر۔ صحیح ہو۔ میں تمھاری طرف سے بدگمان نہیں ہوں۔

ممکن است این تقصیر از زیبا خانم سرزده باشد من این حرفہا را بخاطر آن بشما میگویم طورے نشست و برخاست کنی، نسبت بشما حرف بہ پیش خاں گفتہ نشود کہ دلش از نسا خانم سرد بشود۔ چونکہ الحال برائے نسا خانم بے اختیار است، بمن فرمودہ است تا ہفتہ دیگر تدارکش بہ بینم، عروسی کنند۔ اینہم انگشتر ییست پیشکش فرستادہ نسا خانم، بیا بگیر، بکن انگشت۔

(انگشتر را کفِ دست نسا خانم میگذارد)

نسا خانم۔ دختر کہ در حقِ خواہرش بدگمان بشوند، لائق [illegible] تن نمی باشد۔ این انگشتر را ببرید۔ لائقِ خاں دختر پیدا کردہ انگشتش بکنید۔

(انگشتر را پیش وزیر زمین میگذارد، بیرون میرود)

وزیر۔ (پشت سرش)۔ دخترم من مگر در حقِ خواہرِ تو بدگمان بشوم؟ این حرفہا را از بابت نصیحت باو گفتم۔

شعلہ خانم۔ نمی شد کہ این نصیحت را بزنت زیبا خانم بکنی؟

وزیر۔ البتہ! فردا باو ازین ہم سخت ترش را خواہم گفت۔

شعلہ خانم۔ فردا پس چرا؟ امروز مگر نمیتوانی بروی؟

ممکن ہے یہ قصور زیبا خانم سے سرزد ہوا ہو۔ میں یہ بات محض اس لیے تمسے کہتا ہوں تاکہ تم اپنی نشست و برخاست اس طرح سے کرو کہ تمھاری نسبت کوئی شخص خاں سے بُری بات نہ کہے اُسکا دل زیبا خانم سے پھر جائے چونکہ ابھی خاں نسا خانم کیلئے بیقرار ہے مجھکو حکم دیا ہے کہ اگلے ہفتہ تک تمام انتظام کرلوں اور شادی ہوجائے یہ انگوٹھی بھی تحفتاً بھیجی ہے۔ نسا خانم آؤ یہ لو۔ انگلی میں پہن لو۔

(نسا خانم کی ہتیلی پر انگوٹھی رکھدیتا ہے)

نسا خانم۔ وہ لڑکی جسکی بہن کی طرف سے لوگ بدگمان ہوں اس قابل نہیں ہو کہ خاں کی بیوی بنے۔ آپ اس انگوٹھی کو لیجائیں۔ خاں کے قابل کوئی لڑکی تلاش کرکے اسکو پہنائیں۔

(وزیر کے سامنے زمین پر انگوٹھی پھینکدیتی ہو اور باہر چلی جاتی ہے)

وزیر۔ (نسا خانم کے پیچھے)۔ بیٹی! کیا میں تمھاری بہن کی طرف سے بدگمان ہوں؟ یہ بات تو میں نے صرف نصیحت کے طور پر کہی تھی۔

شعلہ خانم۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ نصیحت آپ اپنی بیوی زیبا خانم کو کریں؟

وزیر۔ ہاں ہاں! کل اس کو اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ کہونگا۔

شعلہ خانم۔ کل کیوں؟ کیا آج نہیں جاسکتے؟

وزیر۔ حالا دیگر چنداں لازم نیست، زیرا کہ خواہ تیمور آقا رفیقِ او بودہ باشد، بسزایش رسیدہ یا پیدا شدہ بکشتن خواہد رفت۔ یا گر گریختہ از ایں ولایت در بدر خواہد افتاد۔ دیگر من بعد دریں باب ہیچ گفتگو لازم نیست۔ باید بتدارکِ عروسیِ نسا خانم مشغول شد۔

شعلہ خانم۔ پس بروا طاقِ مادرم۔ ایں حرفہا را با او گفت و شنید کن۔ اینہا کارِ من نیست۔

وزیر۔ برو مادرت را ہم صدا کن بیاید اینجا۔ دریں جا گفت و شنید نمائیم۔

(دریں حال دہانہ شدہ پری خانم و نسا خانم داخل میشوند۔ وزیر رو میگند بہ پری خانم)

وزیر۔ خوب شد خودتاں تشریف آوردید۔ بفرمائید بنشینید۔

پری خانم۔ درد ت بجانم۔ وقتِ نشستن نیست باز میروی تمی توانم بنشینم۔ گوشت بمن باشد حرفے داشتم بگویمت۔ الحمدللہ آں قدر مشغلہ داری کہ نمیتواں ترا دید۔

وزیر۔ بلے علی الخصوص ایں روزہا کہ ہیچ مجال نداشتم۔ بگو ببینم مطلبِ تاں چیست۔

پری خانم۔ دردت بجانم! چنداں مطلبے نبود۔ رفتہ بودم از قربان فالگیر دعا بگیرم

وزیر۔ اب زیادہ کہنے سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسلیے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تیمور آقا نہ یا خانم کا محب تھا۔ تو وہ اپنی سزا کو پہونچ گیا۔ اگر مل گیا تو قتل کیا جائیگا۔ اگر اس ولایت سے بھاگ گیا تو در بدر مارا مارا پھریگا۔ آیندہ اس معاملہ میں پھر کوئی گفتگو کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہمیں نسا خانم کی شادی کا انتظام کرنا چاہیے۔

شعلہ خانم۔ تو جاؤ اماں جان کے کمرہ میں۔ یہ باتیں اُنسے کہو سنو۔ یہ کام میرے کرنیکے نہیں ہیں۔

وزیر۔ جاؤ اپنی اماں جان کو بھی یہیں بُلا لاؤ۔ ہم یہیں بات چیت کر لینگے۔

(اسی اثنا میں دروازہ کھلتا ہے۔ پری خانم اور نسا خانم داخل ہوتی ہیں۔ وزیر پری خانم سے)

وزیر۔ اچھا ہوا آپ خود تشریف لے آئیں۔ فرمایئے بیٹھیے۔

پری خانم۔ بلائیں لوں! بیٹھنے کا وقت نہیں ہے تم پھر چلے جاؤ گے اور میں تمکو دیکھ نہ سکونگی۔ غور سے سنو میں تُمسے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمھیں اسقدر کام ہے کہ تمھارا دیکھنا ہی دشوار ہو گیا ہے۔

وزیر۔ جی ہاں! خصوصاً آجکل تو مجھکو بالکل ہی فرصت نہ تھی۔ فرمایئے۔ دیکھیں آپکا کیا مطلب ہے۔

پری خانم۔ بلائیں لوں! کچھ بڑی بات نہیں تھی۔ میں قربان رمّال کے پاس گئی تھی کہ اُس سے تعویذ لکھا لاؤں

انشاء اللہ از دخترم شعلہ خانم خدا پسرے بشما
کرامت کند۔ فالگیر دعا را نوشتہ۔ گفتہ است
باید سہ برابر سر وزیر گندم بسنجی و بگذاری،
بفقیر و فقرا بخش کنی۔ الحال باید
سہ برابر سرِ شما بگیرم کہ وقت سنجو
نمیگذرد۔

وزیر۔ تکلیف عجیبے میکنی۔ ننہ! مادام کہ سر من
در بدن من است چطور میتوانی سر مرا بکشی
برابر سر شر بگیری!

پری خانم۔ در دت بجانم! میتوانم خیلے
آسان است۔ فالگیر خودش یادم دادہ است
ظرفِ گودی باید سرِ شما گذاشت۔ بہر ظرفے
کہ سرتان بگنجد گیلۂ آن ظرف برابر سر شما ست
نساخانم بادیہ اینجا بیار۔

(نساخانم میرود بادیہ کوچکے را کہ آغا مسعود حاضر
کردہ بود میاورد۔ پری خانم زود دست میبرد کلاہ وزیر
را با آرامے از سرش برمیدارد)

وزیر۔ اگرچہ تکلیفِ نامناسب است اما نمیتوانم
مضائقہ کنم۔ ہر نحویکہ گفتہ اند باید عمل کرد۔
کاش خدا آرزوے شعلہ خانم را برساند۔

پری خانم۔ بلے قربانِ سرت! نساخانم بادیہ را
بگذار سرش۔

(نساخانم بادیہ را میگذارد بادیہ تا دم ابروہائے وزیر میآید۔

تاکہ اگر خدا چاہے تو میری بیٹی شعلہ خانم سے تمکو ایک
لڑکا عنایت فرمائے۔ رمال نے تعویذ لکھکر کہا کہ وزیر
کے سر کے برابر تین بار گیہوں لیکر دلیا پکاؤ اور فقیروں کو
تقسیم کردو۔ میں چاہتی ہوں کہ ابھی تمھارے سر کے
برابر تین بار گیہوں لے لوں تاکہ دلیا پکاکر صدقہ کرنیکا
وقت نہ گذر جائے۔

وزیر۔ یہ تو ایک عجیب کام ہی۔ اماں! جبتک میرا سر
میرے تن پر موجود ہے اُسوقت تک تم میرا سر کیونکر لے سکتی
ہو کہ اُسکے برابر تول سکو؟

پری خانم۔ بلائیں لوں! میں کرسکتی ہوں۔ بہت
آسان بات ہے۔ خود رمال نے مجھکو بتایا ہے۔ ایک گہرا برتن
لیکر تمھارے سر پر اُلٹا رکھنا چاہیے جس برتن میں تمھارا
سر سما جائے اُسی برتن کی پیمائش تمھارے سر کے برابر ہوگی۔
نساخانم! بادیہ لاؤ۔

(نساخانم جاکر ایک چھوٹا بادیہ لے آتی ہے جو آغا مسعود نے
پیش کیا تھا۔ پری خانم جلد ہاتھ بڑھاکر اطمینان کیساتھ وزیر کے
سر سے ٹوپی اُتار لیتی ہی)

وزیر۔ اگرچہ یہ کام اچھا تو نہیں، مگر میں انکار نہیں کرسکتا
خیر جسطرح بتایا ہے عمل کرو۔ خدا کرے شعلہ خانم کی آرزو
پوری ہو۔

پری خانم۔ ہاں قربان جاؤں! نساخانم انکے سر پر
بادیہ رکھدو۔

(نساخانم بادیہ رکھدیتی ہو۔ جو وزیر کی بھوؤں تک آتا ہے

دیگر پائین تر نمیرود۔ نساخانم زور میزند که پائین تر رود)

وزیر۔ (هر دو دستش را بلند کرده) اُف ایلے! اماں! چه میکنید؟ دماغم خرد شد، یواش۔

(بادیه را از سرش بر میدارد)

پری خانم۔ (زود) دختر بادیهٔ بزرگتر بیار۔

(نساخانم دویده رفته یک بادیهٔ بزرگ میآورد)

وزیر۔ ای ننه جان! بخاطر خدا نمیشود اینکار بوقت دیگر بماند؟ حالا میخواستم با شما حرف بزنم۔ مطلب واجبی داشتم۔

پری خانم۔ نه ننه! ننه جان!! نمیشود وقتش میگذرد۔ قربان سرت نرنج۔ یک دقیقه کار دارد۔ ماهم تلاش میکنیم برائے شما (گریه کنان) پس درین آخر عمر روا است بغل شعله خانم بچه ندیده بمیرم؟ (چشمش را اشک آلود کرده رو به نساخانم میکند) دختر، بادیه را بگذار۔ میخواستی از اول همین یکے را بیاوری۔

(نساخانم بادیه را میگذارد۔ بادیه از گلوئے وزیر پائین تر آمده۔ پریخانم زود شعله خانم را بطرف پرده اشاره میکند۔ شعله خانم آهسته پرده را بلند کرده تیمور آقا را بیرون آورده میبرد تا دم در۔ تیمور آقا از دم در آنطرف تر رد میشود۔ نساخانم بادیه را بر میدارد)

اس سے زیادہ نہیں آتا۔ نساخانم نیچے اُتارنے کے لئے زور لگاتی ہے)۔

وزیر۔ (دونوں ہاتھ بلند کرکے) بس بس۔ معاف کرو۔ یہ کیا کرتی ہو؟ ارے میری ناک کٹی۔ آہستہ سے۔

(اپنے سر سے بادیہ ہٹا دیتا ہے)

پری خانم۔ (جلدی سے) بیٹی اس سے بڑا بادیہ لاؤ۔

(نساخانم دوڑ کر ایک بڑا بادیہ لے آتی ہے)

وزیر۔ اماں جان! خدا کیلئے کیا یہ کام دوسرے وقت تک ملتوی نہیں ہو سکتا؟ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ سے کچھ بات کروں۔ ایک ضروری مطلب ہے۔

پری خانم۔ نہیں نہیں میری جان۔ ایسا نہیں ہو سکتا اُسکا وقت گذرا جا رہا ہے۔ قربان جاؤں ناراض نہو۔ ایک لمحہ کا کام ہے۔ ہم بھی تو تمھارے ہی لئے فکر کرتے ہیں (روکر) کیا اچھا ہوگا کہ اس بڑھاپے میں شعلہ خانم کی گود بچہ سے خالی دیکھوں اور مر جاؤں؟ (آنکھوں میں آنسو بھر کر نساخانم سے)۔ بیٹی، بادیہ رکھدے۔ اگر تو چاہتی تو پہلے ہی سے یہ بادیہ لے آتی۔

(نساخانم بادیہ سر پر رکھدیتی ہے جو وزیر کی گردن سے نیچے تک آتا ہے۔ پری خانم جلدی سے شعلہ خانم کو پردہ کیطرف اشارہ کرتی ہے۔ شعلہ خانم آہستہ سے پردہ اُٹھاکر تیمور آقا کو باہر نکالتی ہے اور دروازہ تک لیجاتی ہے۔ تیمور آقا دروازہ سے باہر نکلجاتا ہے۔ نساخانم بادیہ اُٹھا لیتی ہے)

وزیر ـ آقا دیگر، حالا نشین کہ منہم میخواہم باشما حرف بزنم۔

پری خانم ـ بچشم فرزندم۔

(میخواہد بنشیند کہ از میانِ حیاط صدای قیل وقال بلند میشود۔ دقیقہ نگذشتہ تیمور آقا دست بہ طپانچہ داخلِ اطاق میشود۔ وزیر از دیدنِ تیمور آقا متزلزل گشتہ)

تیمور آقا ـ خونبہائے پدرم حرامت باشد۔ آخر میخواہی ناحق ونا روا مرا بکشتن بدہی۔ من تا ترا نکشم کشتہ نمیشوم۔ (طپانچہ را بطرف وزیر دراز میکند)

شعلہ خانم ـ (بپائش افتادہ التماس میکند) اماں ای تیمور آقا۔ دست نگہدار، حوصلہ کن۔

(تیمور آقا دست نگہ میدارد۔ درین حال صمد بیگ با چند نفر غلام داخلِ اطاق شدہ، دمِ در سبد وا ایستند)

تیمور آقا ـ صمد بیگ، غرضِ تو چہ چیز است؟ میخواہی چہ کنی؟

صمد بیگ ـ آقا، ما نوکرِ شما و پدرِ شما ہستیم۔ ما چہ حد داریم خدمتِ شما ترکِ ادب بکنیم۔ اما خودت میدانی فرمایشِ خان است۔ باید شما را ببریم پیشش۔

تیمور آقا ـ مرا نمیتوانید زندہ پیش او ببرید۔

وزیر ـ مگر اب! اماں فدا بیٹھ جائیے کہ میں بھی آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔

پری خانم ـ ہاں ہاں بیٹا ضرور۔ سر آنکھوں سے۔

(بیٹھنا چاہتی ہے کہ مکان کے صحن سے شور وغل (بول چال) کی آواز آتی ہے۔ (اور ایک لمحہ نہیں گذرنے پاتا کہ تیمور آقا ہاتھ میں تمنچہ لئے کمرہ میں داخل ہوتا ہے۔ وزیر اُسکو دیکھتے ہی کانپنے لگتا ہے)

تیمور آقا ـ میرے باپ کا نمک تیرے پھوٹ پھوٹ کر نکلے۔ (میرے باپ کی ہڈیاں تیرے کام نہ آئیں) آخر تو چاہتا ہے کہ مجھکو ناحق قتل کرائے۔ میں جبتک تجھے قتل نہ کرونگا ہرگز خود قتل نہ ہونگا۔ (تمنچہ وزیر کی طرف بڑھاتا ہے)

شعلہ خانم ـ (اُسکے پاؤں پر گرکے التجا کرتی ہے) رحم! رحم! اے تیمور آقا اپنا ہاتھ روک۔ آپے سے باہر نہو۔

(تیمور آقا ہاتھ روک لیتا ہے۔ اسی اثنا میں صمد بیگ معہ چند غلاموں کے کمرہ میں داخل ہوتا ہے اور دروازہ پر کھڑا ہوجاتا ہے)

تیمور آقا ـ صمد بیگ، تیرا کیا مطلب ہے؟ تو کیا کرنا چاہتا ہے؟

صمد بیگ ـ حضور، ہم آپکے اور آپ کے والد کے ملازم ہیں۔ ہماری کیا مجال جو حضور کی شان میں کوئی گستاخی کرسکیں۔ لیکن حضور خود جانتے ہیں کہ خاں کا حکم ہے ہمکو لازم ہے کہ ہم حضور کو خان کے پاس لیجائیں۔

تیمور آقا ـ تم مجھکو اُس کے پاس زندہ نہیں لیجا سکتے۔

مگر سرم را پیش او ببرید۔ سرم هم با این
آسانیها دست کسے نمیافتد۔ بسم اللہ قوہ پش
را داری۔ بیا پیش۔
صمد بیگ۔ آقا فرض کن با آں طپانچہ زوج
یکے را کشتی۔ پنجاہ نفر غلام کہ ہمراہ من است
ہمہ اینہا را کہ نمیتواں کشت۔ ہیچ اینہا لازم
نیست۔ خاں، خاطر جمع، قول دادہ، عہدہ گرفتہ
است، کارے بشما نکند۔
تیمور آقا۔ من ہرگز بقول و فعل او اعتبار ندارم
او کے سر قول خود ایستادہ است کہ آدم بتواند
باورش کند؟ حرف ہماست کہ گفتم۔
(دریں حال دوبارہ از حیاط قیل و قال بلند
شدہ، سلیم بیگ ایشیک آقاسی باشی و رضا برادر رضاعی
تیمور آقا داخل اطاق میشوند)
سلیم بیگ۔ صمد بیگ برو عقب! تیمور آقا،
سرت سلامت! خاں عموت بسیاحت دریا
سوار شدہ بود۔ ناگاہ باد مخالف وزیدہ قایق
واژونہ گشتہ بدریا غرق شدہ است الحال
مردم دم عمارت دیوانخانہ جمع آمدہ منتظر اند
تشریف ببرید۔ بمسند حکومت و جائے پدرت
قرار بگیرید۔
تیمور آقا۔ رضا، چنیں است؟
رضا۔ بلے، قربان! چنیں است۔

ہاں میرا سر اُسکے پاس لیجانا۔ مگر میرا سر بھی ایسی آسانی
سے کسیکے ہاتھ نہیں آسکتا۔ بسم اللہ اگر طاقت ہو
تو سامنے آؤ۔
صمد بیگ۔ آقا فرض کیجئے کہ حضور نے یہ تپنچہ مارا
ایک کو قتل کر دیا۔ میرے ساتھ پچاس غلام ہیں،
حضور ان سب کو قتل نہیں کر سکتے۔ مگر خیر ان باتوں
کی ضرورت نہیں ہے۔ خاں نے اطمینان سے قول کیا
وعدہ کیا ہے کہ وہ حضور سے کچھ نہیں کہیگا۔
تیمور آقا۔ میں اُسکے قول و فعل کا ہرگز اعتبار نہیں کرتا
اُسنے کب اپنے قول کی پابندی کی ہے کہ کوئی شخص اُسکا
اعتبار کرے؟ بس جو کچھ میں کہہ چکا ہوں وہی ٹھیک ہے
(اسی اثناء میں صحن مکان سے دوبارہ شور و غل کی آواز
آتی ہے۔ سلیم بیگ منتظم دربار اور رضا، تیمور آقا کا دودھ شریک
بھائی کمرہ میں داخل ہوتے ہیں)
سلیم بیگ۔ صمد بیگ، ہٹو پیچھے۔ تیمور آقا، خدا آپکو
سلامت رکھے۔ خاں آپکے چچا کشتی میں سوار ہو کر دریا
کی سیر کو گئے تھے۔ ناگاہ ناموافق ہوا چلنے لگی اور کشتی
اُلٹ کر دریا میں غرق ہو گئی۔ اب دیوانخانہ کے
چاروں طرف آدمی جمع ہو کر حضور کا انتظار کر رہے
ہیں۔ تشریف لے چلئے۔ اپنے باپ کے عہدہ اور مسند پر
متمکن ہوجیئے۔
تیمور آقا۔ رضا! کیا یہی بات ہے؟
رضا۔ ہاں حضور قربان جاؤں یونہی ہے۔

بفرمائید، برویم۔ (درینجا وزیر و صمد بیگ
پیش آمدہ خاک میافتند) آقا قربانت شویم ما را
تصدق بکنید۔
تیمور آقا۔ صمد بیگ، تو پاشو۔ برو، کنار
وا ایست۔

(صمد بیگ برخاستہ کنارہ میرود)

تیمور آقا۔ (رو بوزیر کردہ)۔ وزیر، جہتِ
آمدنِ من بخانۂ شما آں بود کہ من خواہرِ زنِ
تو نساخانم را دوست داشتہ و میدارم۔
میخواستم بحکم خدا و شرع رسول صلعم
و برضایتِ خودش او را ببرم۔
اما شما بخاطر بعضے آرزوہائے دور و دراز میخواستی
او را باں غیر مرحوم بدہی۔ و ما ہم ازیں جہت
نمیتوانستیم اصل مطلب را بشما اظہار بکنیم ایں بود کہ شما
در حقِ من بدگماں شدہ بخیال کشتن من افتادہ بودی۔

ولیکن اتفاقِ آسمانی
کند تدبیرہائے شخص باطل

خداوند بمقتضائے عدالت کہ مکافات
عمل ہر غنی و درویش را محققاً پیش او می نہد،
راستکاراں را رستگار فرمودہ و عکس مرادِ
شما روئے دادہ حالا من بنا بید رفتاریہائیکہ
در ایام اقتدار نسبت برعیت و نوکر از شما
بروز کردہ است نباید دوبارہ شغل وزارت را

حکم ہو تو ہم لوگ جائیں۔ (اس وقت وزیر اور صمد بیگ
آگے آکر زمین پر گر پڑتے ہیں)۔ آقا قربان جائیں! ہمکو
معاف فرمائیے۔
تیمور آقا۔ صمد بیگ، تو اٹھ کر۔ الگ جا کر
کھڑا ہو۔

(صمد بیگ اٹھکر الگ ہو جاتا ہے)

تیمور آقا۔ (وزیر سے مخاطب ہوکر)۔ وزیر صاحب آپکے
گھر میں میرے آنیکی وجہ یہ تھی کہ میں تمھاری سالی نساخانم
کو چاہتا تھا اور چاہتا ہوں۔ میری خواہش تھی کہ حکم خدا
اور شریعت رسول صلعم اور اسکی مرضی سے اسکو لیجائیں۔
مگر تم بعض دور اندیشانہ اغراض و مقاصد کیوجہ سے
یہ چاہتے تھے کہ نساخانم کی شادی کسی متوفی خاں سے
جسپر خدا کی رحمت نہ ہو، کر دیں۔ اور ہم بھی اسی وجہ سے
تمسے اپنا اصل مطلب ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ یہ وجہ تھی
کہ تم مجھسے بدگمان ہوکر میرے قتل کرانیکے درپے تھے۔

گردش زمانہ سے انسان کی تدابیر بیکار
ہو جاتی ہیں۔

خدا نے بخیال عدل و انصاف، جو ہر کس و ناکس
فقیر و امیر کے اعمال کا ٹھیک بدلہ اُنکو دیتا ہے، نیک کام
کرنے والوں کو بری کیا اور تمھاری مرادیں اُلٹ دیں۔
اب ان بدسلوکیوں اور زیادتیوں کی بنا پر جو حکومت
کے زمانہ میں تمسے سرکاری ملازموں اور رعیت پر ظاہر ہوکے
ہوتی رہی ہیں میں ضروری نہیں سمجھتا کہ وزارت کا کام

بشمار رجوع کنم و در عمل سابق خودت باقی
بگذارم۔ زیرا میدانم کارہائیکہ عادی طبیعت
کسے شدہ باشد، محال است کہ از ذہن و
بیرون برود، تا از روئے قاعدہ بکار مردم
رسیدگی نماید۔ ولیکن نمک پروردہ ایں
خانوادہ بودہ۔ من بکلی از تقصیرات گذشتہ
شما چشم می پوشم۔ پس ازیں مادام الحیات
از من وظیفہ خوار بودہ در کمال امنیت
و آسودگی اسر خانہ و عیال خود خواہی
بود۔ اما در شغل وزارت، بنا باصلاح امور ملک
و ملت از من حق توقع نخواہی داشت۔
برائے آنکہ مداخلہ امثال شما بامور مملکت
خلاف انصاف مروت است۔ چوں
ہر کہ بخواہد امور مملکت را موافق قاعدہ
باصلاح بیاورد، و رعیت و ملت را ترقی
بدہد، لابد باید مردان بے اطلاع غیر کافی
و باغرض را از ریاست خلع کند۔ و امور
ملک و ملت را بمردان کاردان کافی و بیغرض
با اطلاع واگذارد۔ اشخاصے راکہ طمع کاری
و رشوہ خواری، عادت طبیعی شدہ است
و حکم را محض جلب منفعت خود بخلاف حق
و استحقاق میدہد، دخیل کار بندگان خدا نکند
تا امور دولت و ملت بطور درستی رو بترقی گذارد و عموم

پھر تمھارے سپرد کردوں اور تمکو تمھارے سابق منصب پہ
قائم رہنے دوں۔ اسلیے کہ میں جانتا ہوں کہ جو خراب
عادتیں کسی شخص کی جزو طبیعت ہو جاتی ہیں ناممکن ہے
کہ وہ اُسکے دل سے اسطرح نکلجائیں کہ وہ پھر باقاعدہ
طور سے رعایا کا کام کرنے لگے۔ مگر چونکہ تم اس خاندان
کا نمک کھاکر پرورش ہوئے ہو اسلیے میں تمھارے
تمام قصور معاف کرتا ہوں۔ لہذا آج سے تم تمام عمر
میری سرکار سے پنشن پاکر نہایت امن و سکون سے
اپنے گھر میں بال بچوں کے ساتھ رہوگے۔ لیکن
ملک و قوم کی بھلائی کے خیال سے تمکو مجھسے یہ توقع
نہ ہوگی کہ میں پھر وزارت کا کام تمھارے سپرد
کردونگا۔ اسوجہ سے کہ تم جیسے آدمیوں کو سرکاری
عہدہ دینا انصاف اور مروت کے خلاف ہے۔
جو شخص یہ چاہتا ہو کہ ریاست کا کام قاعدہ کے
بموجب اچھا چلے اور قوم اور رعایا کو ترقی ہو اُس
کے لیے لازم ہے کہ نالائق اور خود غرض آدمیوں کو
ریاست کے عہدوں سے علیحدہ کردے۔ اور ملک و قوم
کا کام تجربہ کار، لائق اور بے غرض آدمیوں کے
سپرد کردے۔ جن لوگوں کی سرشت میں لالچ اور
رشوت خواری داخل ہوگئی ہے اور وہ محض اپنے فائدہ
کیلیے خلاف حق و انصاف احکام صادر کرتے ہیں اُنکو مخلوق خدا
کے کام میں دخیل نہ کرے تاکہ سلطنت اور قوم کے
تمام کام خوبی کیساتھ ترقی کریں اور تمام رعایا خواہ سرکاری

رعایا و نوکر و غیر نوکر آسودہ و فارغ البال
بودہ باشند۔ بارے علی الحساب زیادہ بریں
مجال گفتگو نیست۔ بایست دست بکار شد
تدارک عروسی را انجام داد۔ کار شما ہست
مشغول تدارک لازمہ نسا خانم بشوید انشاء اللہ
ہفتۂ آیندہ دستور العمل زفاف دادہ شود
و بزودی انجام گیرد۔ ننم پری خانم! باجی شعلہ خانم!
خدا حافظ۔ مشغول کار و بار خود
باشید۔

پری خانم و شعلہ خانم۔ خدا بر عمر و دولت
بیفزاید آقا! صد سال دیگر خانی و حکمرانی کنی۔

(تیمور آقا باتفاق حضرات از اطاق بیروں میآیند۔
وزیر با تحیر تمام در خانہ میماند)

غلامہا۔ (بصداہائے بلند در میان حیاط)۔ تیمور خان
سلامت باشد!

(پردہ میافتد)

غیر از مترجم کسے ماذون نیست چاپ کند

نوکر ہوں یا کوئی اور آرام اور فارغ البالی سے زندگی
بسر کریں۔ خیر اب اس معاملہ میں زیادہ گفتگو کرنیکی
ضرورت نہیں ہے۔ اب ہمیں کام کرنا چاہیے شادی کے
انتظامات کی تکمیل کرنا چاہیے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ
نسا خانم کی شادی کے ضروری لوازمات کے انتظامات میں
لگ جاؤ۔ انشاء اللہ آیندہ ہفتہ میں شادی کی
رسمیں جلد ادا ہو جائینگی۔ اماں جان۔ پری خانم اور
باجی شعلہ خانم! خدا حافظ۔ بس اب اپنے کاروبار میں
لگ جایئے۔

پری خانم اور شعلہ خانم۔ خدا تمہاری عمر و دولت زیادہ
کرے آقا! سو برس تک خانی اور حکمرانی کرو۔

(تیمور آقا تمام آدمیوں کیساتھ کمرہ سے باہر چلا جاتا ہے اور وزیر
گھر میں حیرت زدہ رہجاتا ہے)

غلام لوگ۔ (صحن مکان میں بلند آواز سے)۔ تیمور خان
سلامت رہیں!

(پردہ گرتا ہے)

مترجم کے سوائے چھاپنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔

شرح و فرہنگ

افرادِ اہلِ مجالس

میرزا۔ آقا۔ آغا — ایران میں ہر وہ شخص جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو اپنے نام سے قبل "میرزا" کا لقب لگا لیتا ہے۔ اسلیے اسکے معنی وہی ہوئے جو ہندوستان میں لفظ "منشی" کے۔ مگر اصل نام کے بعد جب لفظ "میرزا" استعمال ہوتا ہو تو اسکے معنی شہزادہ کے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً محمد علی میرزا یعنی شہزادہ محمد علی۔ اسی طرح الفاظ آقا اور آغا شرفا اور اُن لوگوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جنکا مرتبہ معمولی نوکروں سے زیادہ ہوتا ہے جیسے آقا مسعود۔ آقا بشیر۔ مگر جب لفظ آقا نام کے بعد آتا ہے تو اسکی حالت بھی وہی ہو جاتی ہے جیسی میرزا کی جیسے تیمور آقا یعنی خان زادہ تیمور۔ یہ دونوں الفاظ "جناب" کے مرادف ہیں۔

بیگ — عام طور پہ ملازموں چھوٹے عہدہ داروں اور کم درجہ کے شرفا کے لئے عموماً ناموں کے آخر میں لگایا جاتا ہے جیسے سلیم بیگ صمد بیگ وزیر بیگ وغیرہ۔ آقا سے یہ کم درجہ کا خطاب ہے۔

خاں — اگرچہ آجکل ایران، افغانستان اور ہندوستان میں کڑوروں "خاں" نظر آتے ہیں۔ مگر قدیم زمانہ میں یہ لقب اُن اشخاص کا ہوتا تھا جو کسی صوبہ کے حاکم یا کسی ولایت کے فرماں روا ہوتے تھے۔ جیسے خانِ خیوہ۔ خانِ قلات۔ اور اس کتاب میں لفظ خاں کے یہی معنی ہیں یعنی حاکم ولایت۔ خاں کا مؤنث خانم ہے۔ مگر آجکل ایران کی ہر عورت خانم کہلاتی ہے۔

فراش — لفظ فراش کے لغوی معنی فرش بچھانیوالا ہیں۔ لیکن ایران میں فراش کا کام علاوہ صفائی مکان، یہ بھی ہے کہ وہ شرفا کے محلات میں پولیس کے سپاہی، تحصیل کے پیادہ اور فوجداری کے جلاد کا بھی کام دیتے ہیں۔ مالک کے حکم پر وہ لوگوں کو گرفتار کرتے ہیں، جرمانہ وصول کرتے ہیں، لوگوں کو سزا کے تازیانہ دیتے ہیں۔ گلے میں رسی یا چادر ڈالکر پھانسی دیتے ہیں۔ الغرض وہ سیاست کا تمام کام انجام دیتے ہیں۔

مہتر — سائیس۔

ناظر — گھر کا مختار جسکو ہندی میں بھنڈاری مرہٹی میں کوٹھاری اور انگریزی میں اسٹوارڈ کہتے ہیں۔

زن کوچک = چھوٹی بیوی۔ نئی دلھن۔
سوگلی = چہیتی۔ لاڈلی۔ پیاری۔ منظور نظر۔
خانۂ وزیر ند = درخانۂ وزیر ند = وزیر کے گھر میں
مہمان یا مقیم ہیں۔
خواجہ = خواجہ سرائے۔
پیش خدمت باشی = باشی بمعنی سردار یعنی
گویا نوکروں کا جمعدار۔
ایشیک آقاسی = منتظم دربار۔
نائب درخانہ = داروغہ دربانان۔
عارضین = جمع عارض بمعنی عرضی دینے والا
یا عرض کرنیوالا۔
عمال = جمع عامل بمعنی عمل کرنیوالا۔ حکام سرکاری۔
نجباء = جمع نجیب بمعنی شریف۔ شرفاء
رضاعی = دودھ پلانیوالی عورت کی اولاد۔

ترتیب افراد اہل مجالس اور انکے اطوار و خصائل

اس میں اشخاص متعلقہ ڈراما کی تقسیم چار حصوں
میں کی گئی ہے۔

اوّل حصہ میں میرزا حبیب وزیر اور اسکے متعلقین فراش،
سائیس، ناظر اور ملازم ہیں جنکا تعلق گھر کے بیرونی حصہ سے ہے۔

اس کے بعد دوسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں
جن کا تعلق مکان کے اندرونی حصہ (زنان خانہ)
سے ہے مثلاً زیبا خانم، شعلہ خانم، پریخانم و نسا خانم
ان سب کا محافظ و پاسبان حبشی خواجہ آغا مسعود ہے۔

اس ڈرامہ کا ہیرو یا "بیر" مرزا حبیب خان لنکران
کا وزیر ہے۔ جو علم و فضل سے معرا، خوشامد پسند،
متکبر اور اظہار قوت و رعب داب کا شوقین ایک
ضعیف العمر شخص ہے۔ اسکی نفس پرستی اور شوقین
مزاجی کا یہ حال ہے کہ باوجود کبر سنی کے اُسنے دھن دولت
عزت و قوت کے زور پر ایک نوجوان حسینہ شعلہ خانم
سے شادی کی ہے۔ اسدرجہ مغلوب الغضب ہے کہ "طویلہ
کی بلا بندر کے سر" والی مثل پر پوری طرح سے عامل ہوتا
رہتا ہے۔ خطا خواہ فراش کی ہو خواہ سائیس کی مگر
نزلہ داروغہ ہی پر گرتا ہے۔ الغرض یہ غرور و تکبر اور
نخوت و جہالت کا ایک طرفہ معجون مرکب ہے۔ دو بیویوں
میں "عدل" کا خاص اہتمام رکھتا ہے۔
زیبا خانم۔ مرزا حبیب وزیر کی بڑی بیوی ہے جو ضرورت
سے زیادہ زبان دراز اور مغلوب الغضب ہے۔ مگر ساتھ ہی
شریف بی بیوں کی طرح حیادار اور اپنے خاوند کی
خدمتگذار بھی ہے۔ سوتیا ڈاہ کی آگ نے اس غریب
بڑھیا کو جلا کر خاک کر دیا ہے اور ہر وقت اپنی سوت
شعلہ خانم کے درپے رہتی ہے اور اپنے خاوند سے
لگائی بجھائی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔
شعلہ خانم۔ مرزا حبیب وزیر کی دوسری، نئی اور
نوجوان حسین بیوی ہے "ترا با چرب" کا مجسمہ ہے بات
کا بتنگڑ بنا دیتی ہے اور اپنی بلائیں فوراً دوسرے کو
پھنسا دیتی ہے۔ نہایت حاضر جواب اور چالاک عورت

ہے۔ خاوند کی محبت اُسکے دل مین اسی قدر ہے
جتنی ایک نوجوان بیوی کے دل مین کسی کھوسٹ
شوہر کی ہوا کرتی ہے۔

نسا خانم۔ ایک مہ جبین دوشیزہ ہے جو مرزا حبیب
کی چھوٹی سالی اور شعلہ خانم کی بہن ہے تیمور آقا
جو خانِ لنکران کا بھتیجہ ہے وہ اس مہ جبین پر
عاشق ہے اور دونون کی نسبت بھی قرار پا چکی
ہے۔ خانِ لنکران بھی اس حسینہ کا خواستگار ہے
اور اپنے وزیر کے ذریعہ اسپر قبضہ جمانا چاہتا ہے
مگر وہ بجز تیمور آقا کے اور کسی سے رضامند
نہین ہے۔

پری خانم۔ وزیر کی ساس اور شعلہ خانم کی ماں
ہے۔ پرلے درجہ کی بنی ہوئی لسّان عورت ہے
اِسکی بات بات مین چھل اور لفظ لفظ مین چال
ہے۔ اپنے داماد مرزا حبیب کو خوب اُلّو بناتی ہے۔

آقا مسعود محلسرائے وزیر کا خواجہ سرا ہے شعلہ خانم
کا رازدار بھی ہے۔ ضرورت کے وقت مالک سے
غداری کر لیتا ہے۔

تیسرا گروہ خانِ لنکران اور اُسکے خدام اور
درباریون کا ہے۔ ان میں صرف خان لنکران
قابل تذکرہ ہے۔

خان۔ ایک سپر نابالغ، اپنے بھائی کے حق کا غاصب،
قابلیت سے معرّا مگر اظہار قابلیت کا دلدادہ ہے
ذاتی عقل و دانش سے دور ہے مگر دوسرون کے
کہنے سُننے پر مقدمات کا فیصلہ خلاف فطرت و عقل
کر دیتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اُسکی حماقت کی
کوئی داد بھی دے۔ مغلوب الغضب بھی ضرورت سے
زیادہ ہے۔ اپنے بھتیجہ تیمور آقا کی جان کا دشمن
ہے اور اُسکے قتل کے لئے بہانہ ڈھونڈھتا رہتا ہے
خیر سے عیش پسند اور حسن پرست بھی ہے گو کہ پھر کی لمبی
سفید داڑھی پر تمنا ہے کہ ایک چہاردہ سالہ حسین
دوشیزہ نسا خانم سے شادی کرے۔ مرزا حبیب وزیر
بھی اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں کی وجہ سے یہی
چاہتا ہے کہ یہ سپر نابالغ نئے جال مین پھنس جائے
تاکہ اُسکے لئے باعث ازدیاد عزت و دولت ہو۔
بغیر تحقیق حال وزیر کی شکایت پر تیمور آقا کے قتل کا
حکم سُنا دیتا ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ تیمور آقا کے خون
سے ہاتھ رنگے خود طعمۂ نہنگ اجل ہو جاتا ہے۔

چوتھے طبقہ مین تیمور آقا و دیگر اشخاص ہین ان
مین قابل ذکر تیمور آقا ہے۔

تیمور آقا۔ ایک خوشرو اور طاقتور نوجوان ہے
جو دنگل مین سب پر غالب آتا ہے۔ یہ شخص خان لنکران
کا بھتیجہ اور نسا خانم کا منگیتر ہے وقتاً فوقتاً وزیر
کے گھر آکر اپنی منگیتر نسا خانم سے ملتا ہے۔ زیبا خانم
تہمت لگاتی ہے کہ شعلہ خانم کی آشنائی تیمور آقا سے
ہے۔ وزیر خود تیمور آقا کو جو نسا خانم سے ملنے آیا تھا

اپنے گھر میں پکڑ لیتا ہے۔ اور اسکا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔ تیمور آقا کی شکایت خان سے کیجاتی ہے جو اُسکی گرفتاری اور قتل کا حکم دیتا ہے۔ تیمور آقا دربار میں حاضر ہوتا ہے مگر بھاگ جاتا ہے۔ وہ سپاہی اُسکی گرفتاری کے لئے تعنات کئے جاتے ہیں تیمور آقا وزیر کے گھر میں زنانہ گھس جاتا ہے اور نسا خانم کو لیجانیکا مطالبہ کرتا ہے۔ شعلہ خانم سمجھاتی ہے۔ اور وزیر کے قتل سے باز رکھتی ہے۔ خان کے سپاہی آجاتے ہیں اور تیمور آقا سے اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں بہت کچھ ردوقدح ہوتی ہے۔ تیمور انکار کرتا ہے اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اتنے میں خاں کی غرقابی کی خبر آتی ہے اور تیمور آقا کو لوگ خاں کے تخت پر بٹھا دیتے ہیں۔ تیمور آقا رحم سے کام لیتا ہے۔ وزیر کو معاف کر دیتا ہے۔ مگر تاحیات پنشن مقرر کر کے اسکو وزارت سے علٰحدہ کر دیتا ہے۔ نسا خانم سے شادی ہو جاتی ہے۔

افراد اہل مجلس کے عہدوں اور مرتبوں پر نظر ڈالنے سے ایران کے قدیم صوبوں کی حکومت کا مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے! ایرانی امراء کے گھروں کی طرز معاشرت، مستورات کے توہمات و خیالات اور آقاؤں کے مطلق العنانی دکھلانیکے علاوہ اس ڈرامہ میں وہ عیوب بھی ظاہر کئے گئے ہیں جو اُس زمانہ کے صاحبان اختیارات میں اکثر پائے جاتے تھے۔ اس ڈرامہ کا اصلی مقصد یہی ہے کہ اہل مُلک کو ان کے معاشرتی اور ملکی عیوب سے آگاہ کر کے اصلاح کیطرف مائل کرے۔

مجلسِ اوّل

دریائے خزر = ایراں کے شمال میں ایک اندرونی بحیرہ ہے جو انگریزی میں بحیرہ کاسپئین کہلاتا ہے۔ یورپ کا سب سے بڑا دریا وولغا اسی میں آکر گرتا ہے باکو روسی آذربائیجاں کا دارالحکومت جہاں کا مٹی کا تیل مشہور ہے اسکا بندرگاہ ہے۔ انزلی جو جانب جنوب واقع ہے ایرانی بندرگاہ ہے۔

اُطاق = کمرہ۔

حرم اندرون = حرم سرائے کے دروازہ سے متصل۔

رَشت = بحیرۂ خزر کے ساحل پر تجارتی مرکز ہے اور قرب وجوار کے تمام صوبجات کا مال اسی منڈی میں آکر فروخت ہوتا ہے ایران میں داخل ہو۔

نیم تنہ = نیم آستیں صدری۔ بنڈی۔ جاکٹ۔

آبی = آسمانی رنگ کا۔ نیلگوں۔

امروز = فی زمانا۔ آجکل۔

زرگر = سنار۔

دُکمہ = دُکمہ یا تکمہ بوتام۔ بٹن۔

تخم مُرغ = بیضۂ مرغ۔ مرغی کا انڈا۔

یخہ = گریبان۔ گلا۔ کالر۔

دانۂ طلا = اشرفی۔
پُول = نقد روپیہ پیسہ اشرفی۔ دام
ہر چہ کم آمد = اگر کچھ کمی پڑی۔
برگشتن درینجا = وقتِ برگشتن درینجا۔ واپس آکر =
کارسازی میشود = حساب صاف ہو جائیگا۔ کمی پوری کر دیجائیگی۔
مردکہ = مردک۔ (مرد کے بعد ک اور ہ کا اضافہ تحقیر و تصغیر کا فائدہ دیتا ہے۔)
برمیگردی = واپس آئیگا تو۔ لوٹیگا تو۔
نخیر = نہیں۔
تا یکماہ دیگر = دوسرے مہینہ تک۔
اندازہ = ناپ۔ پیمائش۔
آنجا کہ بدوزند = وقتیکہ آنجا بدوزند = جب وہاں سی جائیگی۔
کوتاہ و بلند = چھوٹی بڑی۔
مقصر = قصوروار۔
عیب ندارد = کچھ مضائقہ نہیں۔
نمیشود = کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔
ببرند = قطع کرلیں۔ کاٹ لیں۔
اُخ = حرفِ استعجاب جیسے اوہ۔ وغیرہ۔
شماہا = تم لوگ۔
اظہار معرفت نمودن = قابلیت یا علمیت دکھانا۔
قیل و قال = کہنا سننا۔ بک بک۔
اوقات تلخی = بدمزگی۔
لابد = ضرور۔ لازمی طور پر۔
آسودہ = مطمئن۔ آرام و چین سے۔
دوماہ بعید = دو مہینہ بعد۔
نوروز = ایرانیوں کی قومی عید۔ وہ دن جبکہ آفتاب برج حمل میں داخل ہوتا ہے۔ اواخر ماہ مارچ میں یہ دن واقع ہوتا ہے۔ فصل بہار کا پہلا دن ہے۔ اسکا تعلق قمری سال سے کچھ نہیں ہے۔
چیزے غریبہ = کوئی عجیب و غریب یا نادر چیز۔
بگیرم = اگر بگیرم = اگر خریدتا ہوں میں۔
زیبندگی = زیبائش۔ اچھا معلوم ہونا۔
خلاص = رہا۔ آزاد۔ نجات۔
مایۂ دردسر = پریشانی کا سامان۔
دوختہ اش را بخشیدی = یہاں ش کی ضمیر نیم تنہ اور شعلہ خانم دونوں کی طرف رجوع ہو سکتی ہے۔ پہلی صورت میں معنی ہونگے "اگر وہ سلی ہوئی چیز آپنے عطا کی"۔ دوسری صورت میں معنی ہونگے "اگر شعلہ خانم کو سلی ہوئی چیز آپنے عطا فرمائی"۔ آخری معنی صاف ہیں۔
گیر بیفتادیم = عذاب میں پھنسے۔
گیر افتادن = پھندے یا بلا میں پھنسنا۔
گیر آوردن = قبضہ میں لانا۔ حاصل کرنا۔

گفتہ نگفتہ = اگر غلطی سے تم میری نہ کہنے والی بات کسی سے کہہ بھی دو پھر بھی تم مکر جانا کہ میں نے نہیں کہا
من چہ حد دارم = میری کیا مجال ہے۔
لائق ریش من است = کیا میرے جیسی داڑھی والے کو یہ بات زیب دے سکتی ہے۔
بارک اللہ = خدا برکت دے۔
دہ برو = دور ہو۔ بھاگ جا۔
مرخصی = مرخص اسم مفعول ہے رخصت سے۔
یعنی اب تمکو رخصت کیا۔ تمکو جانیکی اجازت ہو۔
پشت سر آں = اسکے پیچھے۔
سوقات، سوغات = تحفہ۔ ہدیہ۔
از خسیسی = کنجوسی کیوجہ سے۔ بخل سے۔
مثل تاجر ہائے اصفہانی ..... میکشد = اصفہانی سوداگروں کی طرح بوجہ کنجوسی بوتل میں پنیر ڈال لیتی ہے اور روٹی کا ٹکڑا بوتل پر رگڑ کر کھاتی ہے تاکہ پنیر خرچ نہ ہو اور پنیر کے ساتھ روٹی کھانیکا نام بھی ہو جائے۔ ایسی ہی ایک کہانی ہندوستان میں مشہور ہے کہ ایک مکھی چوس بنیا بوتل میں گھی رکھتا تھا اور کھانیکے وقت روٹی کا ٹکڑا بوتل کی سطح پر رگڑ کر کھا لیتا تھا گویا گھی لگا کر کھا رہا ہے۔
حال ہیچ شدہ است = اب یہ حالت ہو گئی ہے یعنی اب اسقدر فیاض ہو گئی ہے۔

شصت = ساٹھ۔
تومان = ایران کا ایک طلائی سکہ جو (انگریزی سکہ میں آٹھ شلنگ کے مساوی ہے) اندازاً چھ روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔
مگر = شاید۔
طفرہ زدن = بہانہ کرنا۔ باتیں بنانا۔
زباں گردانیدن = مکرنا۔ قول سے پھر جانا۔
مو بمو۔ لفظ بلفظ۔ من وعن۔
یواشکی = دبے پاؤں۔ چپ چاپ۔
آں پیکے در = بازاری محاورہ ہے بجائے آن در۔
قائم شدہ = قائم شدن، سیدھا کھڑا ہو جانا عام طور سے اسکا استعمال چھپکر کھڑے ہو جانیکے لئے ہوتا ہے اور محاورہ میں خالی چھپ جانے کے لئے
چشم تیمور آقا روشن = لفظ روشن کے آگے باشد محذوف ہے۔ اسطرح فقرہ کے معنی دعائیہ ہو جائینگے مگر طنز کیساتھ یعنی تیمور آقا کی آنکھیں روشن ہیں!
پیش خیمش قر بدہ = قر دادن = مٹکنا۔ ناز و انداز دکھانا۔
زنکہ = (زن کے بعد "ک" اور "ہ" لگا دینے سے تحقیر و تصغیر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی حقارت کے ساتھ کہے "وا عورت" عورت کی بچی۔

حرفِ مفت = فضول باتیں۔
نامربوط گفتن = بیہودہ بکنا۔
بباد دادن = برباد کرنا۔ رسوا کرنا۔
قباحت ہم خوب چیز یست = قباحت یعنی کمینہ پن۔ یہ فقرہ طنزاً انہیں استعمال ہوا ہے۔ وزیر کہتا ہے "کمینہ پن بھی دنیا میں کوئی اچھی چیز ہے ؟" یعنی بری بات ہے۔ ایران میں بچوں کو ادب آموزی کیوقت کہتے ہیں "قباحت بفہم" یعنی "دیکھ یہ حرکت یا فعل اچھا نہیں ہے"
اصل ترکیب فقرہ کی یہ ہے۔
نفہمیدن کہ قباحت چیست خوب چیز یست دنیا
یعنی یہ سمجھنا کہ قباحت یا پاجی پن بھی دنیا میں کوئی چیز ہوتی ہے، اچھی بات ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہوئے کہ "دنیا میں شرم حیا بھی کوئی چیز ہوتی ہے ؟
حیف نباشد ؟ = شرم نہیں آتی ؟
یکے ازیں جوانہا = دنیا میں کوئی جوان شخص
خوشگل = خوبرو۔ قبول صورت۔
رعنا = خوبصورت۔ حسین۔
دست می آوردم = بہم پہنچاتی (آشنائی کرلیتی)
ہمہ = سب کے سب۔ تمام لوگ۔
چشمت را روے ہم گذاشتہ = آنکھیں بند

کر رکھی ہیں۔
مثل کبک ... کردہ = چکور، تیتر، بٹیر، وغیرہ خطرہ کیوقت اپنا سر کسی چیز کی آڑ میں چھپا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انکو کوئی نہیں دیکھتا حالانکہ انکا تمام جسم نظر آتا ہے۔ یہاں وزیر کو تشبیہا بنایا ہے کہ اگر وہ نہیں دیکھتا تو دنیا تو دیکھتی ہے۔
در بیرون قلعہ = قلعہ کی فصیل کے نیچے۔
بیگ زادہا = نوجوان شریف زادے۔
سرِ راہ = راستہ۔
بچہ حیلہ درست آوردہ است = معلوم کس طریقہ سے پھانس لیا ہو۔
تازہ جوان دختر = نوخیز لڑکی۔
پیکش = بھگت۔
ولم کن = میرا پیچھا چھوڑ (ولِ آزاد، بے لگا۔ بغیر بندھا ہوا۔)
لُند لُند کناں = بڑبڑاتی ہوئی۔ منہ ہی منہ میں کچھ بکتی ہوئی۔
فاسق = یار، آشنا۔ چاہنے والا۔ (فاسق گرفتن = کسی سے ناجائز تعلق کرنا۔)
احتمال کلی میرود = پورا شک ہوتا ہو۔
بہ دل بستگی نسبت دادہ = عشق و محبت سے تعبیر کرے۔
چاہ از براش میکند = اسکے لئے کنواں کھودتی ہے

یعنی برائی چاہتی ہے۔
صرافت = خیال۔ (صرافت انداختن = کسی کے
دل سے خیال دور کر دینا)
بایست شعلہ را ..... انداخت = لازم ہے
کہ شعلہ کے دل سے یہ خیال نکال دیا جائے۔
حالی = آگاہ۔ واقف۔ (حالی کردن = آگاہ کرنا۔
معلوم کرنا۔ معلوم کرانا۔ جتانا۔ سمجھا دینا۔)
یک وجبی = ایک ایک بالشت کے۔ وجب =
بالشت۔
از سر خود = اپنے دماغ سے۔ اپنے سر سے۔
شام و نہار = رات کا اور دن کا کھانا۔
ہر چہ میل دارید = جس چیز کو طبیعت چاہے۔
زقوم = کانٹے۔
باز سیرم = پھر بھی پیٹ بھرا ہوگا۔
غربال = چھلنی۔ غربیل، غلبیر، کلبیر = سب
غربال کی مختلف صورتیں ہیں اور سب کے معنی چھلنی
ہیں۔ یعنی وہ چیز جس سے آٹا وغیرہ چھانتے ہیں۔
طرف درب = دروازہ کی طرف۔
گوشۂ کمان غربال = چھلنی کے حلقہ کا سرا۔
آخ و کردہ = منہ بنا کر۔ تکلیف سے آہ آہ کر کے۔
کراہ کر۔
داد کشیدن = چلانا۔ چیخنا۔ فریاد کرنا۔
پدر سوختہ، پدر سگ = ایران میں گالی دینے
کے عام محاورے ہیں جسکے معنی اردو میں قریب قریب
وہی ہیں جیسے "جہنمی کی اولاد! کتیا کے پلے"
فحش = گالی گلوچ۔ گالیاں۔ دشنام۔
دم صبح = تڑکے۔ علی الصباح۔
جارو کردن = جاروب کردن = جھاڑو دینا صاف کرنا۔
قرساق = بھڑوا۔
صدا کن = آواز دے۔ بلا۔
توی اطاق = کمرہ میں۔ کمرہ کے اندر۔
بیخطر = بغیر خطرہ یا حادثہ۔
پسرہ = لونڈا۔ پسر میں ہائے ہوز کے اضافہ سے
تصغیر و تحقیر کے معنی ہو گئے ہیں۔ ایک قسم کی گالی ہے۔
طویلہ = اصطبل۔
واسہ = بازاری محاورہ ہے۔ صحیح لفظ واسطہ ہے
بمعنی لئے۔ واسطے۔
ہیچ بعقلم نرسید = میرے خیال ہی میں نہیں آیا۔
الآن = فوراً۔
چوب و فلک = ایران میں سزا دہی کا معمولی طریقہ
پاکوبی یعنی تلووں کو پیٹنا ہوتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ
ایک تلی جسکو فلک کہتے ہیں اور جو اندازاً ۲ گز لمبی
ہوتی ہے لاتے ہیں۔ اسکے درمیان میں رسی کے
دو پھندے ہوتے ہیں۔ مجرم کو پیٹھ کے بل لٹا دیا
جاتا ہے۔ اسکی ٹانگیں اٹھا کر دونوں تلوے پھندوں
میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔ اسطرح کہ تلوے اوپر کیجانب

ہوتے ہیں اور پنڈلیاں فلک پر رکھی ہوتی ہیں۔ فلک کو دو فراش زمیں سے ایک گز کے قریب اوپر اُٹھائے رہتے ہیں۔ بعد ازاں چند لچکدار قمچیاں (بید کی) لائی جاتی ہیں جو ۴-۵ فٹ لمبی ہوتی ہیں اور خاص اسی غرض کے لیے پہلے سے پانی میں بھیگی رہتی ہیں۔ حکم ہوتے ہی دو سرے فراش مجرم کے تلووں پر قمچیاں مارنا شروع کر دیتے ہیں یہانتک کر قمچیوں کے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں۔ انھیں قمچیوں اور ٹکٹکی کو چوبِ فلک کہتے ہیں۔ اس سزا سے اکثر لوگ مہینوں لنگڑے رہتے ہیں۔

بناکند = شروع کرتا ہے۔

تصدق بفرمائید۔ سرِ خان = خاں کے سر کا واسطہ مجھے بخشد یجئے۔ معاف کر دیجئے۔

نفست بگیر د = خاموش رہ۔ سانس مت لے۔

قابانت = قربانت (جاہل ان پڑھ بولتے ہیں)

بقبر پدرت = آپکو اپنے باپ کی قبر کا واسطہ۔

غلط کردہ ام، باپدرم با مادرم = میں نے قصور کیا، میرے باپ نے قصور کیا میری ماں نے قصور کیا (یعنی میں نے قصور کیا میرے ماں باپ نے کیا)

خفہ شو = کمبخت! خاموش مردود!

خفہ کردن = پھانسی دینا۔ گلا گھونٹ دینا۔

تخم خر = گدھے کا بچہ۔

دستہ = گٹھا۔

پاہاش را فلک کنید = اس کے پاؤں ٹکٹکی میں باندھ دو۔

فلکہ = ٹکٹکی۔

وا ایستید = ہٹ جاؤ۔ الگ ہو جاؤ۔

تکلیف نوکران = ملازموں کی نوکری یا ڈیوٹی۔

بزانوئم خوردہ = میرے گھٹنے میں لگا۔

کودن = احمق۔ جاہل۔ بیوقوف۔

پاشدہ = کھڑے ہو کر (پاشدن = کھڑا ہو جانا)

راہ ببرہی = رہنمائی کرے۔ انتظام کرے۔

سائرین = سب کے سب۔

مجلس دوم

منظورش = اُسکا مطلب یا مقصد۔

کفایتش نمیکند = اُسکو کافی نہیں ہوتا۔ اُسکے لیے کافی نہیں ہے۔

غریب = عجیب۔ طرفہ۔

نزدیکان = رشتہ دار۔

بے جہت نگذاشتید = تمنے فضول اجازت ندی (بے جہت = بغیر سبب، دلیل، عذر)

ازین نیت بیفائدہ بیفتد = اس فضول خیال کو چھوڑ دے۔

خیلے وقت است = مدت سے، بہت دن سے۔
عرصہ ہوا۔
پئے بہانہ میگردد = بہانہ ڈھونڈھ رہا ہے۔ عذر
تراش کرتا ہے۔
شور = مشورہ (شور کردن = مشورہ کرنا)
نامزد = منگیتر۔
چشم دوختہ = ڈورے ڈال رکھے ہیں۔ تاکا ہے۔
کفایت نمیکند = اسکو کافی نہیں ہے۔ اسکو کفایت نہیں کرتا۔
مخل = خلل انداز۔
اِدّعا = دعوی۔ مطالبہ۔
درماندہ = مجبور۔ عاجز ہو کر۔
فرصت کند = موقعہ پائے۔
ہمچو خانہا = ایسے ایسے خان۔
من مرغے نیستم گوشتم را بخورند = میں مرغ
نہیں ہوں جو کوئی میرا گوشت چٹ کر جائیگا۔
پیش خود آوردہ = اپنے پاس بلا کر۔
مرزائش کردہ = اپنا پرائیوٹ سکرٹری یا معتمد
خاص بنا لیا ہے۔
بیحرف = بغیر کچھ کہے سنے۔ فوراً۔
پیش افتادہ = آگے بڑھکر۔ ترقی کرکے۔
بحرف او نمیشود = اُنکے کہنے سے نہیں ہو سکتا۔ اُس
کے حکم سے نہیں ہو سکتا۔
برہم زدہ = خراب کرکے۔ اُلٹ کرکے۔

میل ما = ہماری محبت۔
پارۂ حرفہا = کچھ بات۔
لگاتہ = مالزادی۔ رنڈی۔ چھنال۔
ہار کردہ = دماغ خراب کردیا ہے۔
بسرِ من بفرستی = میرے پیچھے لگا دیا ہو۔
ایں روزہا = اس حال کو۔ اس نوبت کو۔
تکان خوردہ = گھبرا کر۔ کانپ کر۔ (تکان دادن
جھٹکا دینا۔)
اے وائے = میری کمبختی ہو۔ ہائے کس بلا میں پھنسی۔
چہ خاک بسرم ریزم = اپنے سر پر کیا خاک ڈالوں
ہائے کس کی جان کو روؤں۔
چہ زود = کسقدر جلد۔
نگذشت = موقعہ نہ ملا۔
اینجاہا = ان گھروں میں۔
نوبہ۔ نوبت۔ باری۔
ترس = ڈر۔
شاط و شوط = بک بک۔ جھک جھک۔
کولی گری = پاجی پن۔ شور و غل۔ (کولی = ایک خانہ بدوش
قبیلہ) اصطلاحاً بمعنی بدمعاش۔
این حرف حسابی است = یہ بات تو خوب جنچی تلی
قابل اعتبار ہے یعنی ٹھیک ہے۔
سرزدہ = منھ اُٹھائے۔ سیدھا۔ اچانک۔
آسودہ باشید = مطمئن رہو۔ اطمینان رکھو۔

ازکہ بترسم = کس سے ڈروں -
آنوقت دیگر = پھر تب اس حالت میں -
خربیار و باقلی بار کن = گدھا لاؤ اور باقلا
لادلیجاؤ - یعنی انتظام کرکے آؤ اور اپنا کام کرلیجاؤ -
لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر نسا خانم کو نکال لیجاؤ -
سرش را تو کردہ = اپنا سر کمرہ کے اندر ڈالکر -
یکراست = سیدھا -
تکلیف چیست = کیا کرنا چاہیئے -
بلکہ = شاید - غالباً -
شفرۂ سگ = کتے کا کھاجا - سفرہ = دسترخواں -
دست پاچہ = گھبراکر (دست پاچہ شدن = ہاتھ پاؤں
کی خبر نہ رہنا - گھبرا جانا)
اے بابام = اے میرے پیارے (بابا بمعنی باپ محاورہ
میں محبت و پیار کے معنی میں بھی مستعمل ہے)
لنگان لنگان = لنگڑاتے ہوئے - لنگ کرتے
ہوئے -
از دولت سرِ شما = حضور کے اقبال سے - آپکے
صدقہ سے -
ابرو راکج کردن = تیوری پر بل آنا - تیوری
چڑھانا -
میلنگی = می لنگی - لنگ کرتے ہو - لنگڑاکر چلتے ہو -
خدا بد ندہد = خدا برا نتیجہ نہ پیدا کرے - خدا
خیر کرے -

مگو و مپرس = نہ کہو نہ پوچھو یعنے بس کچھ
نہ پوچھو -
یک قہوہ = ایک پیالی قہوہ -
چہ کارے سرتان آمدہ = تمپر کیا حادثہ گذرا -
صحبت شد = گفتگو ہوئی - بات چیت ہوئی -
عید ماہ روزہ = رمضان کی عید - عید الفطر -
بچہ مچہ = چھوٹے بچے (اُردو میں بھی یہ تکرار لفظی
موجود ہے - جیسے کھانا وانا -)
سالگی = عمر (مُسِن - زیادہ عمر کا)
این قبیل کارہا = اس قسم کے کام -
چارۂ ندیدہ = کوئی علاج نہ دیکھکر - مجبور ہو کر -
پاشدم = کھڑا ہو گیا -
دست ہم گرفتیم = ہمنے ہاتھ ملائے - سلامی لی
(دست ہم گرفتن = ہاتھ ملانا جیسے کشتی میں
ہوتا ہے)
غیرتم زور آوردہ = غیرت کی وجہ سے
مجھ میں زور آگیا -
پیش لنگ کشیدم = اڑنگے پر چڑھا لیا - میں نے
ٹنگڑی لگائی -
اینقدر شد = اسقدر بری حالت ہوئی -
ساعت = گھنٹہ -
حال آمد = ہوش آیا -
بچہ مردم = پرایا بچہ -

هنرت را بمن نشان دہی = اپنے ہنر کا مجھ سے ذکر کرو۔

کُول گرفتن = شانہ پکڑ کر یا کندھے پر ڈالکر لیجانا (کول بمعنی شانہ)

خودداری = ضبط۔

پُق میخندد = قہقہہ لگاتا ہے۔

ماتش میبرد = حیران و ششدر رہ گیا، دم بخود رہ گیا۔

مات = متحیر، حیرت۔

اوضاع = جمع وضع۔ معاملہ۔

ویل کن = چھوڑ دے۔

پاچہ = پائنچہ۔ ٹانگ۔

پلاس پہن شدہ = کپڑوں کی گٹھڑی کی طرح پھیل کر۔

لوند = خراب عورت۔ کسبی۔ رنڈی۔

بمن چہ دخل دارد = مجھ سے کیا تعلق؟

زبان ریزی مکن = زباں درازی مت کر۔

ہرزگیہا = بیہودگیاں۔

خدمت شما میرسم = میں تمکو سزا دونگا۔ ٹھیک بناؤنگا۔

چیزی کردم؟ = کیا میں نے زنا کیا ہے! اغلام کرایا ہے۔

فاسق گرفتم = کیا میں نے غیر شخص سے ناجائز تعلق کرلیا ہے۔

سَلیطہ = بدزبان پاجی عورت۔

گردن کُلُفتے = موٹی گردن والا (کُلُفت = موٹا)

آدم بیگانہ = غیر مرد۔

کولی = بدمعاش عورت۔ کسبی۔

نامحرم = غیر آدمی۔

پا باندازۂ گلیم دراز کردن = چادر کے موافق پاؤں پھیلانا۔ اپنی حیثیت کے مطابق کام کرنا۔ گلیم بمعنی کمبل۔

نان خور = روٹی کھانے والی۔ ٹکڑوں پر پلنے والی۔

صحبت کناں = باتیں کرتے ہوئے۔

از آن سر = اُس طرف سے۔

رو واز = کھلے منہ۔ بلا نقاب۔

تاملے کردہ = سکوت کرکے۔ خاموش ہو کر۔

ول گفتن = خرافات بکنا۔ بیہودہ باتیں کرنا۔

ور ور زدن = بک بک کرنا۔

مردکہ = مردک (کہ تصغیر و تحقیر کا ہے)

خوش گذرانی = لطف کیساتھ وقت گذارنا۔

بیخیال = بغیر کچھ خیال کئے۔

بیخبر = بغیر اطلاع۔

در بروند = باہر نکل جائیں۔ (در رفتن = باہر نکل جانا)

عیش و نوش = مزے۔ لطف (نوش = شہد)

فرصت گیر = موقعہ پاکر۔

عقلت را بسرت جمع کن = اپنا دماغ صحیح کرو۔

گول خوردن = فریب کھانا۔ دھوکا کھانا۔

پیشِ خود میسازی = جھوٹ بولتی ہو اپنی طرف سے گڑھتی ہو۔

اسم خودت را سرِ من میگذاری = اپنے کرتوت میرے سر تھوپتی ہو۔

درست کار قلم بدہی = تو خود کو نیک اور پارسا بنالے۔

ریزہ ریزہ = پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔

رفیقت = تیرا یار۔ تیرا آشنا۔

کذابی = جھوٹ بولنا۔ دروغگوئی۔

راستش = اس معاملہ کی حقیقت۔

بمرگِ خودت = تمہاری جان کی قسم میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو تم مر جاؤ یعنی میں بیوہ ہو جاؤں۔

فنجان = پیالی (چائے کی)

نیم سوز = اسی قسم کی گالی ہے جیسے پدر سوختہ۔

حوصلہ = دل دماغ۔ حوصلہ کردن = ہمت کرنا ضبط کرنا۔

الآن = فوراً۔

عقب کشیدہ = پیچھے ہٹکر۔

ریختۂ قہوہ = گرا ہوا قہوہ۔

از سر رخت = اپنے کپڑوں پر سے۔

پاک کند = صاف کرے۔

اسب قرمز و جبۂ کہر = سرخ گھوڑا اور مشکی کوٹ (پریشانی کی وجہ سے الٹی بات کہتا ہے)۔

بکشند بیرون = باہر نکالیں۔

کار غریبے دو چار شدیم = عجیب معاملہ پیش آیا۔

راستی = کیا تم سچ کہتی ہو۔

چہ چی میگوئی = کیا کہتی ہو۔ (چی مخفف ہے چیز کا)

کہ جان مرا خرید = کہ میری جان مول لیلی یعنے اسکی وجہ سے میری جان بچگئی۔

خلاصی = رہائی۔

نترس = ڈرنیکی ضرورت نہیں۔ اندیشہ نہ کرو۔

اما بایست اینطور نشود = مگر لازم تو یہ تھا کہ معاملہ اسطرح واقع نہوتا۔

مطلب مطول خواہد شد = معاملہ طول کھینچیگا۔

ننہ جان = اماں جان۔ (پیار کا خطاب ہے)

درِ خانہ = (خان کی) ڈیوڑھی۔

مجلس سیُم

طالار = ایک وسیع دالان، کمرہ یا ہال جو دیوانخانہ میں صحن کی جانب ایک بلند مقام پر بنا ہوتا ہے

جہاں خاں یا حاکم مسند نشین ہوتا ہے۔ چھوٹے پیمانہ
پر اُسکو دربار عام کا بڑا کمرہ سمجھنا چاہیے۔ طالار کی چھت
متصلہ کمروں کی چھتوں سے بلند ہوتی ہے۔
اعیان = شرفا۔
منتظر احضار ند = طلبی کے منتظر ہیں۔
سمتِ پائیں = نیچے کی جانب۔
دلم باز بشود = میری طبیعت شگفتہ ہو جائے۔
لوتکہ = کشتی۔
رود خانہ = دریا۔ ندی۔
آب بدہم = پانی پلاؤں۔
در رفت = چھوٹ گیا۔
جلو = سامنے۔
خوردہ = لگ کر۔
کور کرد = آنکھ پھوڑ دی۔
دیگر بکارِ من نخورد = اب میرے کام کا نہیں رہا۔
تاوان = معاوضہ۔
مجادلہ = لڑائی جھگڑا۔
عمداً = دانستہ۔ جان بوجھ کر۔
پوچ گفتن = بیہودہ بکنا۔
اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالعَیْنَ بِالعَیْنِ وَالجُرُوحَ قِصَاص
= دانت کے بدلے دانت آنکھ کے بدلے آنکھ اور زخموں
کا انتقام۔ خاں آیت قرآنی پڑھ کر اپنی قابلیت
اور قرآن دانی کا اظہار کرتا ہے حالانکہ اس موقعہ پر

آیت مذکور کا اطلاق نہیں ہوتا۔
بازحمت = تکلیف دہ۔
وارسی کنم = تحقیقات کروں۔ (وارسی کردن =
جانچ یا تفتیش کرنا)
اجرِ زحمت شما است = آپکی جانفشانیوں کا انعام ہے
عیال = بال بچے (خاندان۔ بیوی)
قربونت = قربانت۔ یہ شخص خاص لنکرانی فارسی
بولتا ہے۔ حرفوں کے تغیر کے علاوہ اسکی زبان میں
بعض الفاظ کے اندر حرفونکا حذف بھی پایا جاتا ہے جیسے
برارم بجائے برادرم۔ حکیمہ بجائے حکیم است وغیرہ۔
برارم = برادرم۔ میرا بھائی۔
ناخوش = بیمار۔ علیل۔
بو = بود۔ تھا۔
بیا = آدمی (صوبہ کی مقامی بولی ہے)
حکیمہ = حکیم است = حکیم ہے۔
سہ تمانش = سہ تومان اش = اسکو تین تومان۔
بالائے سر = سرہانے۔
چاق کند = تندرست کردے۔ اچھا کردے۔
خونش گرفت = اُسکی فصد لی۔
بیموت = ظالم (اصل میں بے مروت ہے)
لامحالہ = لازمی طور پر۔
پسم بدہ = مجھ کو واپس دے۔
ہیچ = بالکل۔ قطعی۔ کچھ نہیں۔

ادعائے = دعویٰ۔ مطالبہ۔
استسقا = جلندھر ایک بیماری جس میں انسان کا جسم پھول جاتا ہے
شش ماہ دیگر = اور چھ مہینہ تک۔
تعارف بدہد = عنایت کرے۔
دیوان اینہا = ان لوگوں کا انصاف۔
چہ نحو = کس طرح۔
قطع دعویٰ شود = تاکہ دعویٰ کا فیصلہ ہو جائے۔
طائفہ = جماعت۔ طبقہ۔
بکار مردم خورند = لوگوں کے کام آتے ہیں۔
حاذق = ہوشیار۔ دانشمند۔
یکدانہ چرخا = ایک عدد چرخہ۔
نفس زنان = ہانپتا ہوا۔
زمین میگذارد = زمین پر ڈال دیتا ہے۔
بس است = کافی ہے۔
سزاوار = لائق۔ قابل۔
سر خود را بر دارم = اپنا سر یعنی منہ اٹھا کر یہاں سے چلے جانے کے لئے
بے واہمہ = بےخوف۔ نڈر۔
مثل من آدمی = مجھ جیسا آدمی۔
قصد عیالش دارد = اسکی بیوی کی عصمت دری کا ارادہ کرتا ہے
یعنی چہ = اسکے کیا معنی۔
نمک تو کورم کند = تمہارا نمک پھوٹ پھوٹ کر نکلے (تمہارا نمک مجھکو اندھا کرے)

تکانم دادہ = مجھکو جھٹکا دیکر۔
صدا کن اینجا = یہاں بلا لاؤ
درین باب = اس معاملہ میں
آرام بگیر = مطمئن رہو۔ چین سے بیٹھو۔
دریافتی بکنم = میں انصاف کرونگا۔
سلف = قدیم زمانہ۔
اقربا = رشتہ دار۔ عزیز۔
خلفا = جمع خلیفہ۔
بازخواست = بازپرس۔ سزا۔
مقربان = خواص۔ درباری۔
انیست = یہ وجہ ہے
بمرور دہور = زمانہ گذرنے کے بعد۔ (دہور جمع دہر بمعنی زمانہ)
قمہ = چھوٹی تلوار۔ لمبا چاقو۔
در مثل تو = تجھ جیسے شخص کیواسطے۔
نادرست = نالایق۔ بدچلن۔
جولاغی = بدمعاش۔ آوارہ۔
طناف = طناب۔ رسی۔
بیندازید شال را = شال ڈال دو۔ ایران میں قتل کرنیکا طریقہ پھانسی ہے جو بہت آسان ہے۔ ایک رسی یا وہ شال جو اکثر کمر میں باندھتے ہیں مجرم کے گلے میں ڈالدیتے ہیں۔ دو فراش رسی یا شال کے دونوں سرے پکڑکر اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں حتی کہ آدمی دم گھٹکر مرجاتا ہے۔
شال ترمہ = کشمیری شال۔

ترمہ = کشمیر
لوطی = مسخرا۔ بھانڈ۔ بدمعاش۔
بخاک میافتند = زمین پر گر پڑتے ہیں۔
الحاح = منت و خوشامد۔
یکدانہ مادراست = اپنی ماں کا اکلوتا بچہ ہے۔
طپانچہ = تپنچہ۔
گیر و دار = شور و غل۔ گڑبڑ۔ گھبراہٹ۔
سراغ کردہ = پتہ لگا کر۔
دل خودم ہم بجانمی آید = خود میرے دل کو بھی چین نہ آئیگا۔
قصاص تو بر زمین نخواہد ماند = تیرا عوض ضرور لیا جائیگا۔ یعنی تیرا انتقام اسی دنیا میں لے لیا جائیگا۔

مجلس چہارم

نگرانی = فکر و تشویش۔ انتظار۔ امید۔
کارشان بکجا رسید = معلوم انکا کیا حال ہوا۔
در حق تیمور آقا = تیمور آقا کے خلاف۔
خفہ کند = پھانسی دیدے۔ گلا گھونٹ کر مار ڈالے۔
مامور = امر سے اسم مفعول یعنی حکم دیا گیا۔ تعینات۔ مقرر۔
اَدَم اُفتادہ = لوگ ادھر اُدھر پھیل کر۔
غُصّہ = رنج و غم۔
بپا = کھڑا ہو۔
بنائے گذاردہ = ابتدا کی ہے۔ بنا کردن یا گذاردن
شروع کرنا۔
نمک بحرامی = دغابازی۔
بنائے نمک بحرامی گذاردہ = نمک حرامی کرنا شروع کردی ہے۔
خود فرا = خودم را۔
آمد و شُد = آمد و رفت۔
بکمین ما = ہماری گھات میں۔
کنار کشی = علیحدہ ہو جاؤ (کنار کشیدن = الگ ہو جانا ہٹ جانا اور چھپ جانا)
بخاطر خدا = خدا کیلئے۔
خودت را بیہوده بخون نزن = خود کو خاک و خون میں غلطان نہ کرو۔ اپنے ہاتھوں اپنی جان نہ دو۔
ترا بقبر پدرت = تمکو قسم ہو تمھارے باپ کی قبر کی۔
ہرگز = کبھی نہیں۔
ثانیہ = منٹ۔
صحبتے بکنم = باتیں کروں۔
دلت با من باشد = دل سے متوجہ ہو۔ تم میری طرف توجہ کرو۔ میری بات دل سے سنو۔
خواہر زن = سالی۔
جانانی و آرام قلب = سہولت و اطمینان قلب سے۔
تدارک = انتظام۔
بکن انگشت = اپنی انگلی میں پہن لو۔
از بابت نصیحت = نصیحت کے طور پر۔
ترش = سخت بات۔

فرضاً = مثلاً۔ فرض کرو۔
اینها کار من کہ نیست = یہ کام ہمارے کرنے کے
نہیں ہیں۔
وردت بجانم = بلائیں لوں۔ تمھارا دکھ درد مجھکو
ہو جائے۔
گوشت بمن باشد = گوش تو بمن باشد = میری طرف
کان لگاؤ = غور سے سنو۔
ہیچ مجال نداشتم = قطعی فرصت نہ ملی۔
فالگیر = رمال۔ فال نکالنے والا۔
دعا بگیرم = تعویذ لوں یا لکھاؤں۔
سمنو = دلیا۔ لپسی۔
سر برابر سر وزیر = وزیر کے سر کے وزن کا نگنا۔
بخش کنی = تقسیم کرو۔
ادام کہ = جبتک۔
بکشی = تو لو تم۔
یادم داده = مجھکو بتایا سکھایا۔
ظرف گودی = گہرا برتن۔
بایست سر شما گذاشت = تمھارے سر پر رکھنا
چاہیے۔
کیله = پیمانہ۔
بادیه = بڑا برتن۔
مضائقه = انکار۔
نحوه = طریقہ۔

دماغم خورد شد = میرا بھیجا دبا۔ میری ناک کٹی۔
یواش = آہستہ سے۔
واجب = ضروری۔
نرنج = غصہ نہ کرو۔ ناراض نہ ہو۔
دقیقه = سکنڈ۔ لمحہ۔
تلاش میکنیم برای شما = تمہارے لئے کوشش کرتے ہیں
آمادگیم = اچھا اب کیا کریں۔
حیاط = صحن مکان۔ احاطہ مکان۔
دست نگهدار = ہاتھ روک۔
حوصله کن = ضبط کر۔
ما چه حد داریم = ہماری کیا مجال۔
ترک ادب = گستاخی۔
فرمایش = حکم۔
قدره = قوت۔ ہمت۔ جرأت۔
ہیچ اینها لازم نیست = ان باتوں کی کوئی ضرورت
نہیں ہے۔
خاطر جمع = مطمئن حالت میں۔ بغیر غصے کے۔
عهده گرفته است = وعدہ کر لیا ہے۔
کاری بشما کند = تمھارے ساتھ کوئی خراب بات
کرے۔ تمکو کوئی نقصان پہونچائے۔
اگر سر قول خود ایستاده است = نبینه
قول پر کب قائم رہتا ہے۔
آدم بگیر [illegible]۔

باور = یقین۔

حرف ہمانست کہ گفتم = بس جو کچھ میں کہہ چکا وہی ہوگا۔

بادِ مخالف وزیدہ = خلاف ہوا چلی۔

قائق = کشتی۔

وارونہ گشتہ = الٹ گئی (واژونہ گشتن = الٹ جانا)

دوست داشتن = محبت کرنا، چاہنا۔

رضا = اجازت۔

آرزوہائے دور و دراز = تمنائے فضول، خیالِ خام

بآں غیر مرحوم = اس شخص کو جس پر خدا کی رحمت نہ ہو۔ تیمور آقا بوجہ ناراضی اپنے چچا کا نام نہیں لیتا۔ مسلمان اگر مرجاتا ہے تو اسکو مرحوم کہا جاتا ہے یعنی وہ جس پر خدا نے رحم فرمایا ہو۔ مگر تیمور آقا اپنے چچا سے اسقدر ناراض ہے کہ وہ اسکو غیر مرحوم کہتا ہے۔

ولیکن اتفاق .... باطل = مگر اتفاقات زمانہ انسان کے منصوبوں یا تدابیر کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

باطل = غلط۔

بمقتضائے عدالت = بخیال عدل و انصاف۔

مکافاتِ عمل = افعال و اعمال کی جزا و سزا۔

تحقیقاً = تحقیق کرکے۔

راستکاران = نیکوکار، نیک چلن لوگ۔

رستگار = آزاد۔

عکسِ مرادِ شما = تمہاری تمناؤں کے خلاف۔

بنا بر بدرفتاریہا = بدچلنی کی وجہ سے۔

بروز = دن کے وقت۔ علی الاعلان۔ کھلم کھلا۔

شغل وزارت = وزارت کا کام۔

رجوع کنم = دوں۔ سپرد کروں۔

عمل سابق = پہلا کام۔ عہدہ سابق۔

باقی بگذارم = رہنے دوں۔ قائم رکھوں۔

بکارِ مردم رسیدگی = لوگوں کی خدمت کرنا۔

خانوادہ = خاندان۔ گھرانا۔

مادام الحیات = زندگی بھر۔ تمام عمر۔

حقِ توقع = امید رکھنے کا استحقاق۔

مداخلہ = دخل کرنا۔ نوکر رکھنا۔

مردمانِ بے اطلاع = نادان لوگ۔ نالائق۔

غیر کافی = نااہل۔ ناقابل۔ ناتجربہ کار۔

خلع = برطرف کرنا۔ علیحدہ کردینا۔ برخاست کرنا۔

رشوہ = رشوت۔

عادتِ طبیعی = فطرت ثانیہ۔ جبلی عادت۔

جلبِ منفعت = حصولِ نفع۔ فائدہ اٹھانا۔

دخیل کردن = انتظام سپرد کرنا۔ کام دینا۔

علی الحساب = درحقیقت۔ واقعی۔ بہرحال۔

مجالِ گفتگو = بات چیت کرنے کی ضرورت۔

دست بکار شدن = کام میں مشغول ہوجانا۔

لوازمہ = سامان جہیز وغیرہ۔

دستور العمل زفاف = رسوم شادی، رسم مباشرت

ننم = ننہ ام - امان جان۔

باجی = بڑی بہن -

ماذون = اذن یافتہ - اجازت یافتہ -

چاپ کردن = طبع کرنا - چھاپنا -

چند ضروری باتیں

گلستان، بوستان، شاہنامہ اور سکندرنامہ وغیرہ کی قدیم درسی کتابوں کی فارسی سے ان تمثیلات کی فارسی بالکل مختلف ہے۔ اس میں وہ زبان استعمال کی گئی ہے جو طہران اور اُسکے گرد و نواح میں عام طور پر بولی جاتی ہے۔ زبان سادہ، عام فہم، رواں اور سلیس ہو۔ جدید فارسی کی بعض خصوصیات قابل توجہ ہیں -

۱ - ذی روح اور غیر ذی روح اسما کی جمع عموماً ہا سے بنائی جاتی ہے -

۲ - جمع کی ضمیروں کے بعد بھی بطور مزید تاکید کے علامت جمع کا اضافہ ہو جاتا ہے -

۳ - ترکیب اضافی میں مضاف الیہ کے بعد علامت جمع کا استعمال کیا جاتا ہے -

۴ - بمقابلہ ضمائر منفصل، ضمائر متصل زیادہ استعمال کی جاتی ہیں - اگر اسم کے بعد حرف علت ہو تو ضمیر متصل لگانے میں پہلے ی لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی -

۵ - بولنے میں "کہ" بیانیہ اور صلہ حروف جر اور عطف اکثر محذوف ہو جاتے ہیں - جیسے عیب ندارد قدرے کشاد بدو زند -

۶ - حرف شرط کے بجائے اور بغرض تاکید اکثر "کہ" استعمال کرتے ہیں - جیسے آنجا کہ بدہم بدو زند ... کہ بمعنی اگر استعمال ہوا ہو -

۷ - اسما سے صفت کا بھی کام لیا جاتا ہے -

۸ - صفت اور اسم دونوں کیساتھ "ک" تصغیر مستعمل ہے

۹ - فعل امر اور مستقبل کے بجائے اکثر فعل حال مستعمل ہے - جیسے می بری بذر گرد و کمہ میکنند - می دوزند تم کسی ... دو گے - وہ تمام بنا دیگا - ... دیگا - برخیزم ... پیشخان اب میں اٹھونگا اور خان کے پاس جاؤنگا -

۱۰ - فعل حال کے بجائے اکثر فعل ماضی استعمال ہوتا ہے جیسے ... تو ہم تم ... سے اب مجھکو تجھ جیسے آدمی کی ضرورت نہیں ہے -

۱۱ - کبھی کبھی اسم مفعول سماعی کے بعد بغرض تاکید "شدہ" لگا دیتے ہیں -

۱۲ - ایک ہی جملہ میں واحد کیلئے ضمیر واحد و جمع دونوں مستعمل ہیں

۱۳ - فاعل واحد کے ساتھ فعل واحد اور جمع دونوں استعمال ہوتے ہیں -

۱۴ - من کے بجائے اکثر "بندہ" بولتے ہیں اور اسی لئے فعل متکلم اسکے لئے لاتے ہیں -

ختم شد ف ۱۳۰۵ ...